قرآن وسنت اور اسلاف امت کی تعلیمات کا داعی

دینی، علمی، ادبی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کا حامل

مجلّہ صدائے حق بنگلور

سرپرست

حضرت مولانا **محمد سلمان صاحب** بجنوری زیدت معالیہم

استاذ حدیث و مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

مدیر

عبدالرزاق بنگلوری

نائب مدیر

مفتی عبدالرحمٰن بنگلوری

ناشر

مجلس، صدائے حق اسلامک پورٹل بنگلور-78

قرآن وسنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا داعی

دینی، علمی، ادبی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کا حامل

مجلّہ

صدائے حق بنگلور

جلد:۰۴	شمارہ:۴	ماہ اکتوبر ۲۰۲۳ء	ماہ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

سرپرست

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم

استاذِ حدیث ومدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

مدیر	نائب مدیر
عبدالرزاق بنگلوری	مفتی عبدالرحمٰن صاحب بنگلوری

مجلس ادارت

مفتی محمد علی صاحب قاسمی

مولانا محمد اُویس صاحب رشادی

مولانا عبداللطیف صاحب قاسمی

مجلسِ مشاورت

مولانا اشرف صاحب قاسمی

مولانا عبدالقدوس صاحب مظاہری

مفتی عبدالفتاح صاحب قاسمی

ADVERTISEMENT TARIFF

Full Page (Title Back Cover)	6000/-
Full Page (Title Inner Cover)	5000/-

Black and White

Full Page (Inside Pages)	2000/-
Half Page (Inside Pages)	1000/-
Cuarter Page (Inside Pages)	500/-

Phone Pe & Google Pay:7406464533

مضمون نگار کی آرا سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

شائع کردہ

مجلس: صدائے حق اسلامک پورٹل بنگلور 78

فہرست

عناوین	مضامین	اسمائے محررین	صفحہ نمبر
اداریہ	فلسطین اور اسرائیل، تاریخ کے آئینے میں	عبدالرزاق بنگلوری	۳
درسِ حدیث	جنت ناپسندیدہ چیزوں سے اور دوزخ خواہشات سے ڈھکی ہے!	مفتی عبدالرحمٰن صاحب بنگلوری	۸
سیرتِ نبویؐ	نبی کی اطاعت واتباع، امت کا فریضۂ اوّلین	مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی	۱۳
// // //	نہ جانے کس بلندی پر ہے کاشانہ محمدؐ کا!	مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب	۱۷
اصلاحِ معاشرہ	اسلام اور عدل وانصاف	امیرالہند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب	۱۹
// // //	عزت وشرف کے حامل کیسے بنیں؟	مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری	۲۴
// // //	قلب کو اخلاقِ محمودہ سے مزین کرنے کا بیان (قسط ششم)	مفتی محمد سلطان خان صاحب قاسمی	۲۹
// // //	امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی حقوق	مفتی محمد علی صاحب قاسمی	۳۷
// // //	ووٹر کارڈ بنانا اور ووٹ ڈالنا جان وایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے	مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی	۴۲
وفیات	بچھڑا کچھ اِس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی	از قلم: مدیر	۵۸

اطلاعِ عام

نوٹ: مضمون نگار اپنے مضامین مندرجہ ذیل ای میل (E-mail) یا واٹسیپ (WhatsApp) پر ان پیج (InPage) فائل روانہ کرسکتے ہیں، جزاکم اللہ خیراً وأحسن الجزاء.

Email: muftiabdurrahman57@gmail.com
Whatsapp No: 09620795460 - 9739349433

ادار یہ

فلسطین اور اسرائیل، تاریخ کے آئینے میں

از: عبدالرزاق بنگلوری

فلسطین دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ یہ اس علاقہ کا نام ہے جو لبنان اور مصر کے درمیان تھا، جس کے بیشتر حصے پر اب اسرائیل کی ریاست قائم کی گئی ہے۔ ۱۹۴۸ء سے پہلے یہ تمام علاقہ فلسطین کہلاتا تھا، جو خلافتِ عثمانیہ میں قائم رہا؛ مگر بعد میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ ۱۹۴۸ء میں یہاں کے بیشتر علاقے پر اسرائیلی ریاست قائم کی گئی، اس کا دارالحکومت بیت المقدس تھا، جس پر ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے قبضہ کرلیا۔ بیت المقدس کو یروشلم کہتے ہیں اور یہ شہر یہودیوں، مسیحیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے، مسلمانوں کا قبلہ اوّل یہیں ہے۔ فلسطین کی آزادی کی جدوجہد بہت پرانی ہے، دنیا کی ہر زبان کے ادب میں اس پر کتابیں تخلیق ہوئی ہیں، اردو ادب میں بھی علامہ اقبال، فیض احمد فیض، ظفر علی خان، احمد ندیم قاسمی، احمد فراز، انتظار حسین اور نعیم صدیقی وغیرہ نے عمدہ ادب تخلیق کیا ہے، اِس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے آصف فرخی کی مرتبہ ''دنیازاد کا عاشق من الفلسطین نمبر'' اور محمد افتخار شفیع کی کتاب ''اردو ادب اور آزادیٔ فلسطین'' دیکھی جاسکتی ہیں۔

ان علاقوں میں عبرانی قومیت (Hebrews) کے لوگوں کی آمد کا نشان ولادتِ مسیح سے لگ بھگ ۱۱۰۰ رسال قبل میں ملتا ہے، حضرت سیموئیل جو اللہ کے نبی تھے، پہلے اسرائیلی بادشاہ تھے، انہوں نے کافی عرصہ حکومت کی اور جب وہ بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے اللہ کے حکم سے حضرت طالوت علیہ السلام کو بادشاہ مقرر کیا، اِس واقعہ کا ذکر قرآنِ مجید کے دوسرے پارہ میں سورۂ بقرہ کی آیات ۲۴۷ تا ۲۵۲ میں ملتا ہے۔

حضرت طالوت علیہ السلام نے ۱۰۰۴ قبل مسیح سے ۱۰۲۰ قبل مسیح تک حکمرانی کی، اِس دَوران انہوں نے جنگ کر کے جالوت (Goliath) کو مغلوب کیا اور اس سے تابوتِ سکینہ واپس لیا، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔

حضرت طالوت علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے، انہوں نے پہلے حبیرون (Hebron) اور پھر بیت المقدس میں اپنا دارالحکومت قائم کیا۔ بیت المقدس دنیا کا

قدیم ترین شہر ہے، یہ دنیا کا واحد شہر ہے جو یہودیوں مسیحیوں اور مسلمانوں کے لیے یکساں مقدس اور محترم ہے، اِس شہر کا موجودہ نام ''یروشلم'' حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰۴ قبل مسیح سے ۹۶۵ ق م تک ۳۳/سال حکمرانی کی، ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۹۶۵ ق م میں حکومت سنبھالی جو ۹۲۶ قبل مسیح تک ۳۹/سال قائم رہی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد اسرائیل کی متحدہ ریاست دو حصوں: سامریہ اور یہودیہ میں تقسیم ہوگئی، دونوں ریاستیں ایک عرصے تک باہم دست وگریباں رہیں۔

۵۹۸ قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بختِ نصّر نے حملہ کرکے یروشلم سمیت تمام علاقوں کو فتح کرلیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجاکر بادشاہ اور ہزاروں شہریوں کو گرفتار کرکے بابل میں قید کردیا۔ ۵۳۹ قبل مسیح میں ایران کے بادشاہ خسرو نے بابل کو فتح کیا اور قیدیوں کو رہا کرکے لوٹا ہوا مال واپس یروشلم بھیج دیا۔

۳۳۲ قبل مسیح میں یروشلم پر سکندر اعظم نے قبضہ کرلیا۔ ۱۶۸ قبل مسیح میں یہاں ایک یہودی بادشاہت کا قیام عمل میں آیا؛ لیکن اگلی صدی میں روما کی سلطنت نے اسے زیرنگین کرلیا۔ ۱۳۵ قبل مسیح اور ۷۰ قبل مسیح میں یہودی بغاوتوں کو کچل دیا گیا، اس زمانے میں اس خطے کا نام فلسطین پڑ گیا۔

۲۰/اگست ۶۳۶ء کو عرب فاتحین نے فلسطین کو فتح کرلیا، یہ قبضہ پُرامن طریقہ سے عمل میں آیا۔ ۴۶۳/سال تک یہاں عربی زبان اور اسلام کا دَور دَورہ رہا، تاہم یہودی ایک اقلیت کی حیثیت سے موجود رہے۔ گیارہویں صدی کے بعد یہ علاقہ غیر عرب سلجوق، مملوک اور عثمانی سلنطتوں کا حصہ رہا۔ ۱۱۸۹ء میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو فتح کیا اور یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔

چار صدیوں تک عثمانیوں کی حکمرانی کے بعد ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے اس خطے کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اعلان بالفور کے ذریعہ یہودیوں کے لیے ایک قومی ریاست کے قیام کا وعدہ کیا گیا۔

فلسطین کی جانب یہودیوں کی نقلِ مکانی سترہویں صدی کے اواخر میں شروع ہوگئی۔ ۱۹۳۰ء تک نازی جرمنی کے یہودیوں پر مظالم کی وجہ سے اس میں بہت اضافہ ہوگیا۔ ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۹ء، اور ۱۹۳۶ء میں عربوں کی طرف سے یہودیوں کی نقلِ مکانی اور اِس علاقے میں آمد کے خلاف پُرتشدد مظاہرے ہوئے؛ لیکن یہ سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعہ فلسطین کو تقسیم کرکے ایک عرب اور ایک اسرائیلی ریاست قائم کرنے کا اعلان کردیا۔ برطانیہ نے اِس علاقے سے ۱۹۴۸ء میں اپنی افواج واپس بلالیں اور ۱۴/مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کردیا گیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے ساتھ ہی

فلسطین ریاست بھی قائم کردی جاتی؛ لیکن ایسا نہ ہوا۔ عربوں نے تقسیم کو نامنظور کردیا اور مصر، اردن، شام، لبنان، عراق اور سعودی عرب نے نئی اسرائیلی ریاست پر حملہ کردیا، تاہم وہ اسے ختم کرنے میں ناکام رہے؛ بلکہ اس حملے کی وجہ سے یہودی ریاست کے رقبے میں اور اضافہ ہوگیا۔

۱۹۴۹ء میں اسرائیل نے عربوں کے ساتھ الگ الگ صلح کے معاہدے کیے، اس کے بعد اُردن نے غرب اُردن کے علاقے پر قبضہ کرلیا، جب کہ مصر نے غزہ کی پٹی اپنی تحویل میں لے لی، تاہم ان دونوں عرب ممالک نے فلسطینیوں کو اٹانومی سے محروم رکھا۔

۲۹/اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اسرائیل نے صحرائے سینا پر حملہ کرکے اسے مصر سے چھین لیا۔ اس حملے میں برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں نے اسرائیل کا ساتھ دیا۔ ۶/نومبر کو جنگ بندی عمل میں آئی، عربوں اور اسرائیل کے درمیان ایک عارضی صلح کا معاہدہ اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں ہوا، جو ۱۹/مئی ۱۹۶۷ء تک قائم رہا، جب مصر کے مطالبے پر اقوامِ متحدہ کے فوجی دست واپس بلالیے گئے، مصری افواج نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کرلیا اور خلیج عقبہ میں اسرائیلی جہازوں کی آمد ورفت پر پابندی لگادی۔

۵/جون ۱۹۶۷ء کو چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ شروع ہوگئی، اسرائیلیوں نے غزہ کی پٹی کے علاوہ صحرائے سینا پر قبضہ کرلیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے مشرقی یروشلم کا علاقہ، شام کی گولان کی پہاڑیاں اور غرب اُردن کا علاقہ بھی اپنے قبضہ میں کرلیا۔ ۱۰/جون کو اقوامِ متحدہ نے جنگ بندی کرادی اور معاہدے پر دستخط ہوگئے۔

۶/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو یہودیوں کے مقدس دن ''یومِ کپور'' کے موقع پر مصر اور شام نے اسرائیل پر حملہ کردیا، اسرائیل نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے شامیوں کو پسپائی پر مجبور کردیا اور نہر سویز عبور کرکے مصر پر حملہ آور ہوگیا۔ ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو جنگ بندی عمل میں آئی اور اقوامِ متحدہ کی امن فوج نے چارج سنبھال لیا۔ ۱۸/جنوری ۱۹۷۴ء کو اسرائیل نہر سویز کے مغربی کنارے سے واپس چلا گیا۔

۳/جولائی ۱۹۷۵ء کو اسرائیلی دستوں نے یوگنڈا میں انٹی بی (Entebe) کے ہوائی اڈے پر یلغار کرکے ۱۰۳/یرغمالیوں کو آزاد کرالیا، جنھیں عرب اور جرمن شدت پسندوں نے اغواء کرلیا تھا۔

نومبر ۱۹۷۷ء میں مصر کے صدر انور السادات نے اسرائیل کا دَورہ کیا اور ۲۶/مارچ ۱۹۷۹ء کو مصر اور اسرائیل نے ایک امن معاہدے پر دستخط کرکے ۳۰/سالہ جنگ کا خاتمہ کردیا، اس کے ساتھ ہی دونوں ممالک میں سفارتی تعلقات قائم ہوگئے۔ (تین سال بعد ۱۹۸۲ء میں اسرائیل نے مصر کو صحرائے سینا کا علاقہ واپس کردیا)۔

جولائی ۱۹۸۰ء میں اسرائیل نے مشرقی یروشلم سمیت پورے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت قرار دے دیا۔

۷؍جون ۱۹۸۱ء کو اسرائیلی جیٹ جہازوں نے بغداد کے قریب عراق کا ایک ایٹمی ری ایکٹر تباہ کردیا۔ ۶؍جون ۱۹۸۲ء کو اسرائیلی فوج نے پی ایل او کی مرکزیت کو تباہ کرنے کے لیے لبنان پر حملہ کردیا۔ مغربی بیروت پر اسرائیل کی تباہ کن بمباری کے بعد پی ایل او نے شہر کو خالی کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اسی سال ۱۴؍ستمبر کو لبنان کے نومنتخب صدر بشیر جمائل کو قتل کردیا گیا۔

۱۶؍ستمبر ۱۹۸۲ء لبنان کے مسیحی شدت پسندوں نے اسرائیل کی مدد سے دو مہاجر کیمپوں میں گھس کر سینکڑوں فلسطینیوں کو ہلاک کردیا۔ اس سفاکانہ کارروائی پر اسرائیل کو دنیا بھر میں شدید مذمت کا نشانہ بننا پڑا۔

۱۹۸۹ء میں انتفادہ کے زیر اہتمام فلسطینی حریت پسندوں نے زبردست عسکری کارروائیوں کا آغاز کیا۔

۱۹۹۱ء کے آغاز میں جنگ خلیج کے دَوران عراق نے اسرائیل کو کئی سکڈ میزائلوں کا نشانہ بنایا۔ ط

موجودہ صورتِ حال:

مشرقی بیت المقدس، غزہ کی پٹی اور غربِ اردن میں رہنے والے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان تناوَ ہمیشہ ہی رہتا ہے۔

غزہ میں فلسطینی عسکریت پسند گروہ حماس برسرِ اقتدار رہے، جس نے اسرائیل سے کئی مرتبہ جنگ کی ہے۔ اسرائیل اور مصر سختی سے غزہ کی سرحدوں کی نگرانی کرتے ہیں؛ تاکہ حماس تک ہتھیار نہ پہنچیں۔

غزہ اور غربِ اردن میں رہنے والے فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ اسرائیلی پابندیاں اور کارروائیاں ان کی مشکلات میں اضافہ کرتی ہیں۔ اسرائیل کہتا ہے کہ وہ تو صرف خود کو فلسطینی تشدد سے بچا رہے ہیں۔

رَواں برس ماہِ رمضان کے آغاز سے ہی یہاں صورتِ حال کافی کشیدہ ہے۔

متعدد فلسطینی خاندانوں کو مشرقی بیت المقدس میں ان کے گھروں سے بے دخل کیے جانے کے بعد سے فلسطینیوں میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔

مرکزی مسائل کیا ہیں؟

ایسے متعدد معاملات ہیں جن پر فلسطین اور اسرائیل اتفاق نہیں کرسکتے۔

اُن میں یہ سوالات ہیں: فلسطینی پناہ گزینوں کا کیا ہوگا؟ غربِ اُردن میں یہودی بستیاں رہیں گی یا نہیں؟ کیا دونوں فریق بیت المقدس میں اکٹھے رہ سکتے ہیں؟ اور شاید سب سے مشکل یہ کہ کیا اسرائیل کے ساتھ ایک فلسطینی ریاست بننی چاہیے؟

گزشتہ ۲۵ ؍سالوں میں امن مذاکرات وقتاً فوقتاً ہوتے رہے ہیں؛ مگر معاملات حل نہیں ہوسکے۔

اسرائیل آج بھی غربِ اُردن پر قابض ہے، تاہم اس نے غزہ کی پٹی سے فوجیں نکال لی ہیں؛ مگر اقوامِ متحدہ آج بھی اس علاقے کو مقبوضہ مانتا ہے۔

اسرائیل پورے بیت المقدس کو اپنا دارالخلافہ مانتا ہے، جب کہ فلسطینی مشرقی بیت المقدس کو مستقبل کی فلسطینی ریاست کا دارالحکومت مانتے ہیں۔ امریکہ اُن چند ممالک میں سے ایک ہے جو اسرائیلی دعوے کو تسلیم کرتا ہے۔

گزشتہ ۵۰ ؍سالوں میں اسرائیل نے یہاں آبادیاں بنالی ہیں، جہاں چھ لاکھ یہودی رہتے ہیں۔

فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ یہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق غیر قانونی ہے اور امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں، جب کہ اسرائیل اسے مسترد کرتا ہے۔ یہی مسئلہ آج بھی ان کے درمیان گشت کررہا ہے، جس کے تئیں یہ صورتِ حال ۲۰۲۳ء میں بھی موجود ہے۔

❑❖❑

درسِ حدیث

جنت ناپسندیدہ چیزوں سے اور دوزخ خواہشات سے ڈھکی ہے!

ازقلم: مفتی عبدالرحمٰن صاحب بنگلوری، ناظم مدرسہ دارالتوحید، اعلیٰ ہلی بنگلور

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. متفق عليه إلّا عند مسلم: حُفَّتْ بدل حُجِبَتْ".

(مشكاة: ص/٤٣١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دوزخ کی آگ شہوتوں یعنی خواہشات ولذات سے ڈھانکی گئی ہے اور جنت سختیوں اور مشقتوں سے ڈھانکی گئی ہے“۔

تشریح:

یعنی آدمی جنت تک ناپسندیدہ چیزوں سے گزرے بغیر نہیں پہنچ سکتا، ناپسندیدہ چیزیں نفس پر شاق گزرتی ہیں، مثلاً آپ روزہ کو لے لیجیے، آدمی کا نفس مزید ار کھانا چاہتا ہے، بیوی سے دل لگی کی بات اور اُس سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے؛ لیکن روزہ ان چیزوں سے روکتا ہے، بظاہر یہ روکنا نفس پر بھاری گزرتا ہے؛ لیکن اِس کا بدلہ اور صلہ جنت ہے، اِسی طرح نماز کو لے لیجیے یہ بھی نفس پر شاق گزرتی ہے، وضوء بنانا، مسجد تک جانا، یہ سب اعمال ایک عام انسان کے لیے محنت کش ہیں؛ مگر اس کا اجر زیادہ ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○﴾

(سورۂ بقرہ، پ:۱، رقم الآیۃ:۴۵-۴۶، رکوع:۵)

اور البتہ بھاری ہے؛ مگر انہی عاجزوں پر جن کو خیال ہے کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ اُن کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(شیخ الہند)

تشریح:

یعنی صبر اور نماز حضورِ دل سے بہت بھاری ہے؛ مگر اُن پر آسان ہے جو عاجزی کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں،

جن کا خیال اور دھیان یہ ہے کہ ہم کو خدا کے روبرو ہونا اور اُس کی طرف پھر جانا ہے (یعنی نماز میں خدا کا قرب اور گویا اُس سے ملاقات ہے) یا قیامت میں حساب وکتاب کے لیے روبرو جانا ہے۔ (فوائد عثمانی)

اِسی وجہ سے بعض مسلمان نماز نہیں پڑھتے ؛ چوں کہ وہ شاق اور نفس پر بھاری عمل ہے، خاشعین اِس سے الگ ہیں، یہی وہ ناپسندیدہ چیزیں ہیں جن سے جنت کو چھپایا گیا ہے، اِسی طرح جنت شہوات کے چھوڑنے میں ہے، جن شہوات کا نفس مطالبہ کرتا ہے اُن شہوتوں کا چھوڑنا بھی ایک مجاہدہ ہے، جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے جواب میں فرمایا:

﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَکَ، قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ، اِنَّهٗ لَایُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾

(سورۂ یوسف، پ:۱۲، رقم الآیۃ:۲۳، رکوع:۳)

اور بولی شتابی کر (اُدھر تو الطافِ غیبیہ حضرت یوسفؑ کی عجیب وغریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے، اِدھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے اُن کے سامنے ایک نہایت ہی زلۃ الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کردیا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ الصلاۃ السلام کے حُسن وجمال پر زلیخا مفتون ہوگئی اور دلکشی وہوشربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف علیہ الصلاۃ السلام کے دل کو اُن کے قابو سے باہر کردے۔ ایک طرف عیش ونشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لیے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ الصلاۃ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اُس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرّد کی زندگی، یہ سب دواعی واسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہوجاتا؛ مگر خدا نے جس کو مُحسن قرار دے کر علم وحکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اُس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اُس نے ایک لفظ کہا ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے؛ کیوں کہ جس نے خدا کی پناہ لی، اُس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟)

کہا خدا کی پناہ! وہ عزیز مالک ہے میرا، اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو، بیشک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں (یعنی خدا کی پناہ! میں ایسی قبیح حرکت کیسے کرسکتا ہوں؟ علاوہ بریں ''عزیز'' میرا مُربی ہے، جس نے مجھے ایسی عزت وراحت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کی ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ نیز جب ظاہری مُربی کا ہم کو اِس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اُس

پروردگارِ حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیاء کرنا چاہیے، جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت وراحت رسانی کے لیے کھڑا کردیا)۔ (ماخوذ از ترجمہ شیخ الہند مع فوائد عثمانیؒ)

آگے ایک جگہ فرمایا:

﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ۝﴾

(سورۂ یوسف، پ:۱۲، رقم الآیۃ:۲۳، رکوع:٤)

اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے اُن کا فریب تو مائل ہوجاؤں گا اُن کی طرف اور ہوجاؤں گا بے عقل۔ (شیخ الہندؒ)

تشریح:

معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا مایوسانہ، غصہ اور مظلومانہ اندازِ بیان اُس کی ہم جنسوں پر اثر کرگیا۔ یا پہلے ہی سے کچھ ملی بھگت ہوگی، بہرحال لکھا ہے اُن عورتوں نے یوسفؑ کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور سیّدہ کا کہنا ماننا چاہیے۔ آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو، پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا، خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ۔ کہتے ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کررہی تھی؛ مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا، یوسفؑ نے جب دیکھا کہ یہ عورت بے طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم واستقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہِ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے مکروفریب سے بچایئے، اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکابِ معصیت پر ترجیح دیتا ہوں، اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہوکر اُن کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔

انسان جب بھی کسی ناجائز وحرام کام کو دیکھتا ہے تو اُس سے بچنے کے لیے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اِسی وجہ سے فرمایا گیا جنت ناپسندیدہ چیزوں میں چھپی ہے، اسی طرح جنت۔ کوئی مسلمان فجر یا تہجد کے لیے اٹھنا چاہتا ہے، نیند کا غلبہ ہے، تو یہی ناپسندیدگی ہے جس کے پیچھے جنت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا، جب انہوں نے جنت اور اُس میں ملنے والی نعمتوں (ان کے رنگ برنگے پردے، مزیدار کھانے اور مشروبات اور ٹیک لگانے کی مسہریاں اور خوبصورت عورتیں) کو دیکھا تو رب ذوالجلال سے فرمایا کہ کوئی بھی اس کو سننے کے بعد اِس میں داخل ہونے کی خواہش کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے جنت کو بھوک، تھکان، پریشانیوں اور مصائب سے چھپادیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا تو کہا: اے اللہ! آپ کی قسم! مجھے اِس بات کا اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو (یعنی بغیر صبر اور مجاہدوں کوئی اِس میں داخل نہیں ہوسکتا) اِسی لیے ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○﴾
(سورۂ آلِ عمران، پ:٤، رقم الآیة:٢٠٠، رکوع:٢٠)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے؛ تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔ (شیخ الہند)

تشریح:

خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع و مانع نصیحت فرمادی، جو گویا ساری سورت کا ما حصل ہے، یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا و آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اُٹھا کر بھی طاعت پر جمے رہو، معصیت سے رکو، دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلاؤ، اسلام اور حدودِ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو، جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہوکر ڈٹ جاؤ۔ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ﴾ (سورۂ انفال، رکوع:٨) اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو، یہ کرلیا تو سمجھو کہ مراد کو پہنچ گئے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مُفْلِحِیْنَ فَائِزِیْنَ بِفَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فِي الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ آمِیْنَ)

اِسی طرح ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا﴾
(سورۂ طٰہٰ، پ:١٦، رقم الآیة:١٣٢، رکوع:٨)

اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی قائم رہ اُس پر (یعنی اپنے متعلقین اور متبعین کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہیے)

یہاں پر ﴿وَاصْطَبِرْ﴾ فرمایا یعنی نماز کو قائم کرنے میں نفس پر ایک قسم کی مشقت ہوتی ہے، اِسی وجہ سے اِس پر کامیابی و جنت کا مدار ہے۔

احوالِ جہنم اور اس کا پردہ:

جب ربِّ ذوالجلال نے جہنم کو پیدا کیا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، حضرت جبرئیل علیہ السلام اُس کی خوفناکی اور گرمی کی وجہ سے سیاہی مائل آگ کو دیکھا تو ربِّ ذوالجلال سے فرمانے لگے: آپ کی عزت کی قسم! ہر کوئی انسان اُس سے اپنے آپ کو بچانے ہی کی کوشش کرے گا، پھر ربِّ ذوالجلال نے جہنم پر شہوتوں کا غلاف اُڑادیا، یعنی سود اور حرام مال کی چادر جہنم پر بچھادی گئی، خوبصورت عورتوں کے مکر سے اُس کو ڈھانک دیا گیا، غیبت اور چغلی کی مجلسوں سے ڈھانکا گیا، اِسی طرح چوری، دھوکہ اور لذات کی چیزوں سے ڈھانک دیا گیا،

الغرض دنیا بھر کی بُرائیوں، خرابیوں اور مفاسد سے جہنم کو ڈھانک دیا گیا۔

ظاہر بات ہے انسان اُس کو اپنی فطرت آرام پسند اور سہولت طالب واقع ہوا ہے؛ اِسی وجہ سے فطری اعتبار سے گناہوں کا میلان طبیعت میں پایا جاتا ہے، مثلاً حلال کمائی کے لیے محنت درکار ہے، کھیتی کرنا، دکان کھولنا، ملازمت اختیار کرنا وغیرہ؛ لیکن اس کے مقابل حرام میں بظاہر محنت نہیں ہے، جھوٹ بول کر مال حاصل کرلیا، رشوت لے لی، یا ناجائز اُمور کی تجارت میں مبتلا ہوگیا، یا یہ کہ کسی انسان کی غیبت کردی (غیبت کرنا بظاہر لذیذ معلوم ہوتا ہے؛ لیکن انجام صحیح نہیں ہے)۔

بالآخر شہوات کے حجاب کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا جاؤ جہنم دیکھ کرآؤ، دوبارہ جب جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو ربِ ذوالجلال سے فرمانے لگے: قسم بخدا! یہ اتنی خواہشات سے پُر ہے کہ اس سے بچنا انسان کے لیے مشکل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کسی کی طبیعت جھوٹ کی طرف مائل ہوگی، وہ جھوٹ کے ذریعہ جہنم میں داخل ہوگا، کوئی سود (حرام مال) استعمال کرکے جہنم میں جائے گا، ہر انسان اپنی طبیعت کے موافق گناہ کی وجہ سے جہنم میں جائے گا، **اللّٰهم احفظنا منه.**

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستہ کی توفیق مرحمت فرمائے، گناہ اور گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھے، رضائے الٰہی حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

❑❖❑

سیرتِ نبویؐ

نبیؐ کی اطاعت واتباع، امت کا فریضۂ اوّلین

ازقلم: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے جہاں اپنی کتاب نازل فرمائی، وہیں اُس کی تشریح وتوضیح بھی فرمائی، اوراس کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے اپنے پیغمبروں اور رسولوں کو بھیجا، انبیاء کی حیثیت مرضیاتِ خداوندی کے ترجمان کی ہے، اوران کا حق ہے کہ ان کی اطاعت وفرماں برداری اور اتباع وپیروی کی جائے، رسول کی نسبت سے امت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے، رسول بھیجے ہی اِس لیے جاتے ہیں کہ اُن کی اطاعت کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآنِ مجید نے صاف طور پر کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اہلِ ایمان کے لیے سراپا نمونہ ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی اللہ کو محبوب رکھنے کا معیار اور خود اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ ووسیلہ بھی ہے۔ (آلِ عمران:۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی کی اہمیت کا اندازہ اِس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُن کو بھی ہماری اتباع سے چارہ نہ ہوتا ''لو أن موسیٰ کان حیّا ماوسعه إلّا أن یتبعني'' (مسند احمد:۳/۳۸۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ونافرمانی ہی جنت میں داخل ہونے اور اس سے محروم ہونے کی بنیاد ہے؛ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری پوری اُمت جنت میں داخل ہوگی، سوائے انکار کرنے والوں کے، لوگوں نے عرض کیا کہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اُس نے انکار کیا ''من أطاعني دخل الجنّة، ومن عصاني فقد أبیٰ'' (بخاری مع الفتح، حدیث نمبر:۷۲۸۰) کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب ذکر کرتے ہوئے اُس کی تعبیر بیان فرمائی، اور اُس تعبیر میں واضح طور پر بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ''من أطاع محمداً فقد أطاع اللّٰه ومن عصیٰ محمداً فقد عصیٰ اللّٰه''. (بخاری مع الفتح، حدیث نمبر:۷۲۸۱)

اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہلو فکری اعتبار سے ''حدیث'' کو حجت و دلیل تسلیم کرنا ہے، قرآن کو ہدایت کے لیے کافی سمجھنا اور اتباعِ قرآن کے نام پر حدیث کا انکار کر جانا نہایت ہی سنگین قسم کی گمراہی ہے، حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو اپنی مسہری پر ٹیک لیا ہوا پاؤں کہ جب اُس کے پاس میرا کوئی حکم یا میری کوئی ممانعت آئے تو کہے کہ مجھے یہ نہیں معلوم، ہم تو اُس کی پیروی کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں ہے، ''ما وجدناه في كتاب الله إتبعناه'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۰۶۵) اِسی طرح حدیث کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے لیے انسان اپنی عقل کو تاہ کو پیمانہ بنائے؛ بلکہ جب بھی کوئی بات حدیث کے ذریعہ پہنچے اُسے سرمۂ چشم بنائے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: دین کی بنیاد رائے پر ہوتی تو موزے کے نیچے کے حصہ کا مسح قابلِ ترجیح ہوتا بمقابلہ اوپر کے حصہ کے؛ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۶۲)؛ کیوں کہ انسان کا علم اور اُس کی عقل کوتاہ ہے اور رسول کے علم کا مآخذ اور سرچشمہ علمِ الٰہی ہے، جس میں نقص اور کوتاہی کا کوئی امکان نہیں!

اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہلو یہ ہے کہ زندگی کے تمام مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور وطریق کے مطابق عمل کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُصولی طور پر بھی اس کی ترغیب دی کہ میرے طریقہ کو اختیار کرو ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۰۶۷) اور مختلف مسائل کے بارے میں بھی اس کی تلقین فرمائی؛ چناں چہ ارشاد فرمایا کہ: جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو ''صلّوا كما رأيتموني أصلي'' (بخاری مع الفتح، حدیث نمبر: ۶۰۰۸) یا جیسے حج کے بارے میں فرمایا کہ شاید پھر اس کے بعد میں حج نہ کر سکوں؛ اِس لیے مجھ سے طریقۂ حج سیکھ لو ''لتأخذوا منسككم'' (مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۹۷) ائمہ مجتہدین اور فقہاء و محدثین نے جو محنتیں کی ہیں، اُن کا ماحصل یہی ہے کہ انھوں نے اپنی جستجو و تحقیق کے مطابق سنتِ نبوی کو دریافت کرنے اور حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور جو اختلافِ رائے واقع ہوا ہے، وہ سنت کے مقابلہ اپنی رائے کی اتباع نہیں ہے؛ بلکہ بعض افعال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زیادہ طریقے منقول ہیں، فقہاء نے اپنے ذوق اور تحقیق کے مطابق اُن میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار کیا ہے؛ اِس لیے یہ اختلاف بھی اتباعِ سنت کے دائرہ میں ہی ہے نہ کہ اُس سے باہر۔

اتباعِ سنت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ معاملات و اخلاق اور زندگی کے دوسرے مسائل میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کیا جائے، صحابہؓ کے جذبۂ اتباع کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی فعل

طبعی طور پر ثابت ہوتا تو اُس کی بھی اتباع کرنے کی کوشش کرتے ،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری پر سوار ہونے کے بعد سواری کی دُعاء پڑھی اور دعا پوری ہونے کے بعد ہنسنے لگے، دریافت کیا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہنسنے کا باعث کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ اِس موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے۔ (ترمذی، حدیث نمبر:۳۱۴۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بخاری میں طویل روایت منقول ہے، اُس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے ان تمام مقامات پر اُتر اُتر کرنماز ادا کرتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دَورانِ سفر نماز ادا فرمائی تھی۔

گوسنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت مقصود نہ ہوتی؛ لیکن بظاہر احترامِ سنت کے خلاف کوئی عمل محسوس ہوتا تو یہ بات بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو برداشت نہ ہوتی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اگر تمہاری عورتیں مسجد جانا چاہیں تو تم انھیں نہ روکو، ان کے صاحبزادے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ لیکن ہم تو انھیں روکیں گے، بلال کا مقصد حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں تھی؛ بلکہ مقصود یہ تھا کہ اخلاقی حالات میں جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے، اُس کے پیشِ نظر میں مسجد جانے سے منع کروں گا؛ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سخت ناراض ہوئے اور راوی کہتے ہیں کہ اِس بات پر انھیں اتنا بُرا بھلا کہا کہ اتنا بُرا بھلا کہتے ہوئے انھیں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ (مسلم، حدیث نمبر:۱۲۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے سے نقل کیا، انھوں نے کہا کہ مجھے کدو زیادہ پسند نہیں ہے؛ حالاں کہ اِس کا تعلق طبعی پسند و ناپسند سے ہے؛ لیکن پھر بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اُن سے گفتگو کرنا چھوڑ دیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل کرنے کے لیے یہ بات کافی ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں سونے کی انگوٹھی بنائی، لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنائیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا اور اپنی انگوٹھی پھینک دی تو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (بخاری مع الفتح، حدیث نمبر:۲۹۸ ۷) اِسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو احساس تھا کہ یہ صلح اہلِ مکہ کے حق میں ہو رہی ہے اور مسلمانوں کو گر کر صلح کرنی پڑ رہی ہے؛ اِس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم احرام کھولنے اور سر منڈانے کو تیار نہیں تھے، اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر نکلے، قربانی فرمائی اور بال منڈایا، یہ دیکھتے ہی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اپنے بال منڈا لیے۔ (بخاری مع الفتح، حدیث نمبر:۲۷۳۱)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا اِس قدر لحاظ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی ناگواری اُن کو متنبہ کرنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جسم پر کسم کے رنگ کی ایک چادر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر کسی قدر ناگواری کا اظہار فرمایا، گھر واپس آئے تو چولہا سلگا ہوا تھا؛ چناں چہ اسی چولہے میں چادر ڈال دی، دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو دے دیا ہوتا؛ کیوں کہ اُن کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۴۰۶۸) ایک انصاری کے مکان کے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جنھوں نے اونچا گنبد نما حجرہ بنا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ لوگوں نے اُن انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا، پھر جب وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یک گونہ بے رُخی برتی، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے وجہ دریافت کی، معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی گنبد نما تعمیر کی وجہ سے گرانی ہوئی ہے، وہ گھر گئے، اُس عمارت کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا ذکر بھی نہیں کیا، اتفاق سے چند دنوں بعد پھر وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ گنبد والی تعمیر نہیں دیکھا تو وجہ دریافت کی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے صورتِ حال عرض کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ضرورت ومجبوری کی تعمیر کے علاوہ ہر تعمیر آدمی کے لیے وبال ہے۔ (ابنِ ماجہ، أبواب الزهد، باب في البناء والخراب، حدیث نمبر: ۴۱۶۱)

اِس طرح کی کتنی ہی مثالیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں موجود ہیں؛ لیکن آج مسلمانوں کی صورتِ حال کیا ہے؟ زندگی کے ہر شعبہ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹا ہوا ہے، ہماری زبان حبِّ نبی کے دعویٰ سے سرشار ہے؛ مگر ہماری عملی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وتباع سے خالی ہے، ہماری عبادتیں بے روح ہیں، ہماری اخلاقی پستی غیر مسلم معاشرہ کو بھی شرمندہ کرتی ہے، معاملات میں ہم اِس قدر کھوئے اور حلال وحرام کی سرحدوں سے بے پرواہ ہیں، دوسری قومیں ہم سے معاملات کرنے میں تأمّل کرتی ہیں، غرض ہمارا دین کتابوں میں ہے نہ کہ ہماری زندگی میں، قول وفعل کا یہی تضاد دوسری قوموں کے دامنِ اسلام میں آنے سے رکاوٹ بنا ہوا ہے؛ اِس لیے اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ ہم عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا راستہ اختیار کریں اور دوسری قوموں کی اتباع اور اُن کی نقل سے اپنے آپ کو بچائیں!۔

❑❖❑

سیرتِ نبویؐ

نہ جانے کس بلندی پر ہے کاشانہ محمدؐ کا!

ازقلم: مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب، سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

انبیاءِ کرام علیہم السلام کا تذکرہ آپ قرآن میں پڑھیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول ہیں اور بہت اونچے درجے کے پیغمبر ہیں، جب اللہ نے اُن کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا تو اِس واقعہ کا ذکر قرآن میں اِن الفاظ کے ساتھ کیا:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا، فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہم سے ملاقات کے لیے طے شدہ وقت پر آئے اور اُن کے پروردگار نے اُن سے گفتگو کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر بلایا تھا، گفتگو کی عزت عطا کی تھی، چالیس دن تک وہاں ٹھہرایا تھا، اور اس کے اختتام پر تورات کا تحفہ عطا فرمایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ''کلیم اللہ'' ہیں، قرآن اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ جب موسیٰ آئے، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے سفر میں بلندیوں پر پہنچایا گیا اور اور آپ کو اللہ کا قرب حاصل ہوا، قرآن کہتا ہے: ﴿فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ○﴾ (سورۂ نجم، آیت:۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اتنے قریب ہوئے جیسے کمان کے دو کنارے قریب ہوتے ہیں؛ بلکہ اِس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ پھر اُس وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کو جو دینا تھا وہ دے دیا، دینے والے نے کیا دیا اور لینے والے نے کیا لیا؟ یہ اللہ اور اُس کے رسول کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں جو مقام ملا اور جو عزت دی گئی وہ کسی کے لیے اِس دنیا میں مقدر نہیں تھی، نہ کسی نبی اور رسول کے لیے، نہ کسی فرشتے کے لیے، یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام جیسا فرشتوں کا سردار سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر کہتا ہے کہ: اللہ کے رسول! اِس کے آگے صرف آپ جا سکتے ہیں، آپ کے علاوہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ اِس کے آگے بڑھ سکے۔ ع

ہزاروں جبرئیلؑ اُلجھے ہوئے ہیں گرد راہ میں
نہ جانے کس بلندی پر ہے کاشانہ محمدؐ کا

اِس واقعہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے، آپ الفاظ دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کہا گیا کہ: ''موسیٰ ہماری ملاقات کے لیے طے شدہ وقت پر آئے'' اور جب اپنے محبوب کو بلایا تو الفاظ کے ذریعے محبوبیت کا اظہار فرمایا، ارشاد ہے: ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ (پاک ہے وہ اللہ جو اپنے خاص بندے کو خود لے کر گیا)، آنے میں اور لے جائے جانے میں بہت بڑا فرق ہے، موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا کہ وہ آئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا کہ ہم خود اُن کو لے کر گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ دعا بھی قرآن میں ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ اللہ میرے سینے کو کھول دے، سولھویں پارے میں اُن کی یہ دعا نقل کی گئی ہے، اور تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے محبوب! ہم نے آپ کے سینے کو کھول دیا ﴿اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۝﴾ (سورۂ الم نشرح، آیت:۱) اِس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تو ہیں، نبی اور رسول تو ہیں، اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک ہیں؛ لیکن محبوبیت کا مقام اگر کسی کو دیا گیا ہے تو وہ سیّد الاولین والآخرین اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا؛ اِسی لیے کہا گیا کہ ہم نے آپ کے سینے کو کھول دیا۔

قرآنِ کریم میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿وَعَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۸۴) اللہ میں آپ کی طرف جلدی جلدی آرہا ہوں؛ تاکہ آپ راضی ہوجائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی رضامندی تلاش کررہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا: ﴿وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝﴾ (سورۂ والضحیٰ، آیت:۵) (عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے)۔ ایک اور جگہ قرآن کہہ رہا ہے: ﴿فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبۡلَۃً تَرۡضٰہَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۴۴) (اے محبوب! عنقریب ہم آپ کو اِس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے، جس سے آپ خوش ہوجائیں) یہ محبوبیت اور مقبولیت ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ عنقریب ہم آپ کو اُس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے، جس سے آپ خوش ہوجائیں گے۔

❑❖❑

اصلاحِ معاشرہ

اسلام اور عدل وانصاف

از: امیر الہند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب مدظلہٗ
صدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علمائے ہند

اسلام ایک آسمانی مذہب ہے، جس کو زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اللہ نے روئے زمین پر بسنے والی سبھی مخلوق کے ساتھ عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ کو پیش کرنے کے لیے بھیجا ہے؛ چناں چہ اسلام کی بنیادی کتاب ''قرآنِ کریم'' میں اللہ کے سچے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں جگہ جگہ اِس کی تلقین ملتی ہے:

﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ (سورۃ النساء:۵۸)

(جب لوگوں کا (خواہ وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں) تصفیہ (فیصلہ) کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''بَيْنَ النَّاسِ'' فرمایا ہے، ''بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ'' یا ''بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' نہیں فرمایا، اِس میں اشارہ ہے کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں، مسلم ہوں یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، فیصلہ کرنے والوں پر فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے الگ ہوکر جو بھی حق وانصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں۔ (معارف القرآن:۴۴۸۲)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جو فیصلے حق وانصاف کی بنیاد پر نہیں؛ بلکہ اپنے اور پرائے کی بنیاد پر مبنی ہوں گے، وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف اور ظلم ہوں گے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى، وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (المائدۃ:۸)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لیے اِس کا باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو (ہر ایک کے ساتھ)، کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے)

مذکورہ آیت میں واضح طور سے ہدایت دی گئی ہے کہ انصاف قائم کرنا اور اُس پر قائم رہنا حکومت اور عدالت ہی کا فریضہ نہیں؛ بلکہ ہر انسان اس کا مکلّف ومخاطب ہے کہ وہ خود بھی انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی انصاف پر قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ (معارف القرآن:۲/۲ ۵۷)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝﴾ (النحل:۹۰)

(بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں) کو دینے کا حکم فرماتے ہیں، کھلی بُرائی، مطلق بُرائی اور ظلم (خواہ کسی مذہب کیا ننے والے؛ بلکہ کسی بھی مخلوق پر ہو) کرنے سے منع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو)

یہ آیت قرآنِ کریم کی جامع ترین آیت ہے، جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے، اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل، احسان اور اہلِ قرابت (رشتہ داروں کو بخشش کا حکم دیا ہے اور فحش و بے حیائی اور ہر بُرے کام اور ظلم وتعدی سے منع فرمایا ہے۔

عدل کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی وہم دردی کا معاملہ کرے اور کسی چھوٹے بڑے معاملے میں کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لیے اپنے نفس سے انصاف کا مطالبہ کرے، کسی انسان کو اس کے کسی قول وفعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (معارف القرآن)

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید۲۵)

(ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور انصاف کرنے کے حکم کو نازل فرمایا؛ تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اعتدال پر قائم رہیں)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے اُتارنے کا سارا نظام عدل وانصاف ہی کے لیے کھڑا کیا گیا ہے، رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا اسی مقصد کے لیے عمل میں آیا ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ کسی سچے نبی اور اُس کے لائے ہوئے دین کی کوئی تعلیم عدل وانصاف کے خلاف ظلم وتعدی پر مبنی ہو۔

﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝﴾ (المائدۃ:۴۲)

(اگر آپ فیصلہ کریں، تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجیے، بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ عدل وانصاف کرنا اور بنا کسی بھید بھاؤ کے کرنا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے، اللہ ایسے بندے کو محبوب رکھتا ہے، جس کا برتاؤ اُس کے بندوں کے ساتھ انسانیت کی بنیاد پر عدل وانصاف کے مطابق ہوتا ہے اور جو آدمی عدل وانصاف نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہوگا۔

عدل وانصاف کے سلسلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ، عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا". (رواه مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل:١٨٢٧)

(عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کے داہنی جانب وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ معاملات میں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں)

اِس سے معلوم ہوا کہ جس طرح آدمی کو دوسروں کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے، اِسی طرح اس پر اپنے اہلِ خانہ اور آل واولاد کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید ہے، ظلم ہر جگہ ظلم ہے، خواہ بیوی اور اولاد ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

"عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ وَأَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ وَأَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ جَائِرٌ". (جامع الترمذي، كتاب الأحكام، باب ماجاء في إمام عادل: ١٣٢٩)

(حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والا حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرسب بندوں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوگا، اس کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ظلم کرنے والا حاکم ہوگا)۔

چوں کہ حاکم کے پاس قوت اور طاقت ہوتی ہے؛ اِس لیے قدم قدم پر اُس سے ظلم وتعدی کا عمل ظاہر ہوسکتا ہے، اللہ کے نبی کا ارشاد اس کو آگاہ کرتا ہے کہ قیامت کے دن تجھ کو بھی بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اس کی عدالت میں ہمیشہ فیصلہ مظلوم کے حق میں ہوگا؛ اِس لیے یہاں ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو؛ تاکہ قیامت میں اللہ کے محبوب بن سکو۔

”عن عياض بن حمار قال: سمعت رسول اللّٰہ صلّى اللّٰہ عليه وسلم يقول: ......وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلاثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ“. (رواه مسلم، كتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها أهل الجنّة في الدنيا: ٢٨٦٥)

(حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جنتی تین لوگ ہیں: ایک وہ بادشاہ جو عدل وانصاف اور صدقہ وخیرات کرنے والا ہے، دوسرا ایسا شخص جو ہر رشتہ دار اور اللہ کی اطاعت کرنے والے پر رحم کرنے والا نرم دل ہو، تیرا صاحبِ اولاد جو پاک دامن اور پاک دامنی کی کوشش کرنے والا ہو)

”عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ، فَطَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُرْجُوْنٍ كَانَ مَعَهُ، فَجُرِحَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَالَ فَاسْتَقِدْ، فَقَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ“. (رواه أبوداؤد، كتاب الديات، باب القود بالضربة:٤٥٣٦)

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص (مال لینے والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اوندھا ہوکر آ گرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے اُس سے چونکا لگایا، جس سے اُس کے چہرے پر کچھ خراش آ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے بدلہ لے لو (گویا محض معافی نہیں چاہی؛ بلکہ انتقام لینے کی پیش کش فرمادی) تو اُس نے عرض کیا کہ رسول اللہ! میں نے معاف کردیا)

اللہ کا نبی عام انسانوں کی طرح کا کردار نہیں رکھتے تھے، جو دوسروں کو حکم تو دیتے ہیں؛ لیکن خود اُس پر عمل نہیں کرتے؛ بلکہ آپ سے نادانستہ کوئی ایسا کام ہوگیا جو دوسرے کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے تو بدلہ لینے کی پیش کش فرماتے ہیں۔

”عَنْ أَبِي فِرَاسٍ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْصَارَكُمْ، وَلَالِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أُقِصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهٖ أَتُقِصُّهُ مِنْهُ؟ قَالَ: إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ أُقِصُّهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهٖ“. (رواه أبوداؤد، كتاب الديات، باب القود بالضربة:٤٥٣٧)

(حضرت ابوفراس کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں عام رعایا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے حکام اور عمال کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ تم پر سختی کریں اور تمہارے مال چھین لیں (بلکہ وہ صرف ضابطہ کے مطابق اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے والے اور زکاۃ وصول کرنے والے ہیں) اگر کوئی ایسی زیادتی کرے، تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ معاملہ میرے روبرو پیش کریں؛ تاکہ میں اُن سے بدلہ لوں، اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی حاکم تنبیہ وتادیب کے لیے رعیت کے کسی آدمی پر ہاتھ اُٹھائے، تو کیا آپ اُس سے بھی قصاص لیں گے؟ فرمایا؛ بے شک میں اُس سے بھی قصاص لوں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نفس تک کے بارے میں دوسروں کو بدلہ لینے کی پیش فرمائی)۔

یہی عدل وانصاف کا کامل نمونہ تھا، جس سے اسلام چند ہی دنوں میں مشرق سے مغرب تک پھیل گیا اور دنیا کی قومیں صدیوں پُرانے اپنے مذہبی رشتے توڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوئیں، اسلام نے ہی سارے انسانوں اور ساری قوموں میں قانونی اور اخلاقی یکسانی پیدا کر کے عالم گیر اخوت کی بنیاد ڈالی اور محض اس لیے کہ اُس نے ہر چیز کا معیار قومی حد بندیوں کو قرار دینے کے بجائے قانونِ خداوندی اور اُصول پسندی کو قرار دیا۔

❑❖❑

اصلاحِ معاشرہ

عزت وشرف کے حامل کیسے بنیں؟

ازقلم: حضرت مولانا مفتی سیّد محمد عفان صاحب منصور پوری (صدرالمدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

عن أبي هريرةؓ قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الناس أكرم؟ قال: "أكرمهم عندالله أتقاهم" قالوا: "ليس عن هٰذا نسألك، قال: "فأكرم الناس يوسف نبي الله ابن نبي الله ابن نبي الله ابن خليل الله، قالوا: ليس عن هٰذا نسألك، قال: "فعن معادن العرب تسألوني؟ قالوا: نعم! قال: "فخياركم في الجاهلية خياركم في الإسلام إذا فقهوا. (اخرجه البخاري حديث رقم: ٣٣٧٤)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت، شرافت، بزرگی اور اونچے مقام والا کون شخص ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہو۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارا سوال یہ نہیں ہے، ہم اس کے متعلق پوچھنا نہیں چاہتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگی والے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جو خود اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے ہیں اور وہ بیٹے ہیں اللہ کے خلیل کے (یعنی مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایسے شخص ہیں کہ اُن کے آباواجداد سے نبوت کا سلسلہ چلا آرہا ہے، خاندانی اعتبار سے یہ بھی نبی کے بیٹے ہیں، ان کے والد بھی نبی کے بیٹے، اور ان کے والدین کے بیٹے، چار پشتوں تک نبوت چلی گئی ہے، اس سے زیادہ خاندانی شرافت اور کیا ہوسکتی ہے) پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارا سوال ان کے متعلق نہیں ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب کے مختلف خاندانوں کے متعلق تم پوچھنا چاہتے ہو کہ عرب کے خاندانوں میں کون سب سے زیادہ عزت اور شرافت والا ہے؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں! اِس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں جو خاندان زمانۂ جاہلیت میں عزت اور شرف والے سمجھے جاتے تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہی عزت اور شرف والے ہیں بشرطیکہ وہ علم حاصل کریں۔

انسان کے لیے یہ بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو عزت وشرافت کی زندگی سے مالا مال فرمائیں، مال چاہے انسان کے پاس کم ہو، دولت کے اعتبار سے چاہے وہ کمزوری کی زندگی گذار رہا ہو؛ لیکن اگر عزت وشرافت کا مقام اللہ نے اُس عطا کو فرما رکھا ہے تو یہ مال ودولت سے بڑی نعمت ہے، ہر عقلمند انسان عزت وشرافت کو حاصل کرنے کا جتنا متمنی اور آرزومند ہوتا ہے دولت وثروت کو حاصل کرنے کا اُتنا متمنی نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''**أي الناس اکرم؟**'' اے اللہ کے رسول! یہ بتایئے کہ اللہ کی نگاہ میں دنیا وآخرت میں لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت اور شریف کس کو قرار دیا جائے گا؟) ہم کیسے عزت وشرافت کا اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں؟ تو ایک جملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کا جواب دیا: ''**أکرمهم عندالله اتقاهم**'' کہ تم میں سب سے زیادہ محترم، سب سے زیادہ باعزت اور سب سے زیادہ شریف وہ انسان ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف اور ڈر سب سے زیادہ پایا جا رہا ہو۔ قرآن مقدس میں بھی تقویٰ اور پارسائی کو عزت وشرافت کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے؛ لیکن آج دنیا عزت حاصل کرنے کے لیے پیسے کے پیچھے دوڑتی ہے، آج دنیا عزت حاصل کرنے کے لیے عہدہ کے پیچھے دوڑتی ہے، آج دنیا عزت وشرافت حاصل کرنے کے لیے کرسیوں کے پیچھے دوڑتی ہے۔ یاد رکھیے! ان میں سے کوئی بھی چیز انسان کو حقیقی عزت وشرافت سے ہم کنار نہیں کرا سکتے، وہ عزت جس کی بدولت انسان انسانوں کے دلوں پر راج کرنے والا بنتا ہے، وہ شرافت جس کے بَل پر انسان کی محبت لوگوں کے دل کے اندر گھر کر جاتی ہے، وہ اللہ کا ڈر اور خوف ہے، جب تک خوفِ الٰہی اور خشیتِ خداوندی سے انسان کا دل معمور نہیں ہوگا تو وہ باعزت وشریف اللہ کی نگاہ میں قرار نہیں دیا جائے گا۔

عزت وشرف کا معیار

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ محض کسی خاندان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے انسان کو شریف اور باعزت قرار نہیں دیا جا سکتا، کسی قبیلے سے تعلق کی بناء پر انسان کو باعزت وشریف نہیں کہا جا سکتا، خاندان، قبائل اور برادریاں یہ سب کی سب اللہ نے پہچان کے لیے بنائی ہیں، برتری کے لیے نہیں بنائیں، کوئی یہ سوچنے لگے کہ میرا تعلق فلاں خاندان سے ہے تو میں سب کے سر پر بیٹھوں گا، مجھ کو برتری حاصل ہوگئی ہے، اِن وجوہات کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**کلکم ابناء آدم، و آدم خلق من**

تراب وإلى التراب يعودون". (سنن الترمذي:٢٩٥٥) (تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو، آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور مٹی ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے)۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فضل لعربي علىٰ عجمي ولا لعجمي علىٰ عربي ولا لسيد علىٰ مسود ولا لملك علىٰ صعلوك إلا بتقوى الله وطاعته". آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، کسی آقا کو غلام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، کسی بادشاہ کو اپنی رعایا پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، فضیلت و برتری کی اور فوقیت کی اگر کوئی بنیاد ہے تو جو جتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا، اُس کا کہنا ماننے والا ہوگا وہی سب سے زیادہ افضل و برتر قرار دیا جائے گا، چاہے اُس کا تعلق کسی برادری سے ہو، کسی خاندان سے ہو، کسی طبقہ سے ہو، کسی سماج سے ہو، کسی ملک سے ہو، کوئی بھی بولی اور زبان وہ بولنے والا ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا مقام

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اِس جواب کو سن کر عرض کیا: کہ یارسول اللہ! ليس عن هٰذا نسألك ہمارے سوال کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کیا تھا؟ کسی خاص آدمی کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟ تو سنو! "فأكرم الناس يوسف نبي الله بن نبي الله بن خليل الله" اگر کسی خاص آدمی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام گذرے ہیں، جو خود ایک پیغمبر کے صاحب زادے تھے، اُن کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام بھی اللہ کے نبی، حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحب زادے تھے اور وہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب زادے تھے۔ انفرادی اعتبار سے اگر کسی کے بارے میں معلوم کرنا ہے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جن کے خاندان میں متعدد انبیاء ہوئے، اُن سے زیادہ شرف کس کو نصیب ہوگا۔

خاندانی روایات

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ مقصد بھی ہمارے سوال کا نہیں ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم عرب کے مختلف خاندانوں کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ یعنی ہمارے علاقہ میں جو قبائل آباد ہیں اُن میں سب سے زیادہ معزز و محترم کس کو قرار دیا جائے؟ اگر تمہارے سوال کا یہ منشا ہے تو میں ایک اُصولی جواب دیتا ہوں، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر خاندان کے اندر بعض چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو

اُس کا نشانِ امتیاز سمجھی جاتی ہیں، جن کو خاندان کی روایات میں شمار کیا جاتا ہے، کوئی خاندان ایسا ہوتا ہے جو اپنی بہادری، دلیری اور شجاعت کے اعتبار سے معروف ومشہور ہوتا ہے، اُس خاندان کے اکثر وبیشتر لوگ جری اور دلیر ہوتے ہیں، لوگ کہا کرتے ہیں کہ شیر کا بیٹا تو شیر ہی ہوتا ہے، اُن کے یہاں یہ صفت دکھائی دیتا ہے، تو وہ خاندان بہادری کے اعتبار سے ممتاز ہوجاتا ہے۔

کوئی خاندان ایسا ہوتا ہے جس میں سخاوت ودریادلی کا چرچا ہوتا ہے، اور پشتہا پشت سے اُس خاندان کے لوگ سخاوت کے اندر نمایاں ہوتے ہیں، اور آس پاس کے علاقوں میں اُس خاندان کو سخاوت ہی کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ بھی بڑی اچھی خوبی ہے۔

بعض خاندان ایسے ہوتے ہیں جن کو تعلیمی اعتبار سے ممتاز مانا جاتا ہے، اور لوگوں کی زبان پر اس طرح کی باتیں رہتی ہیں کہ فلاں خاندان کا تو بچہ بچہ پڑھا لکھا ہوتا ہے، ان گھروں کے اندر علم کا شوق پایا جاتا ہے، تہذیب اور سلیقہ ان خاندانوں کے اندر دکھائی دیتا ہے، تو تعلیمی اعتبار سے وہ خاندان ممتاز ہوتا ہے۔

بعض قبائل وخاندان وہ ہوتے ہیں جو مہمانوں کی ضیافت ومیز بانی کے اعتبار سے جانے جاتے ہیں، جو اُن کے یہاں جاتا ہے اُن کی خاطر ومدارات سے اور اُن کے اخلاق سے متأثر ہوجاتا ہے، اور ہر آنے والے کی زبان پر خیر کے تذکرے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے دنیا میں وہ اپنی ضیافت ومیز بانی کی بنیاد پر مشہور ہوجاتا ہے۔ اِس طریقہ سے مختلف قبائل وخاندان اور برادریوں میں مختلف طرح کے کمالات واوصاف وخوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں میں سب سے زیادہ عزت وشرافت کا حامل وہ انسان قرار دیا جائے گا جو اپنے خاندان کی اچھی روایات کو زندہ رکھنے والا ہو، جو اپنے خاندان کی بہترین روایات وطور طریقہ کو برقرار رکھنے والا ہو، وہ اللہ کی نگاہ میں معزز قرار دیا جائے گا، اپنے بزرگوں کی شان کو مٹی میں ملانے والا نہ ہو؛ بلکہ اُن کی شان کو بلند کرنے والا ہو، ایسا نہ ہو کہ اُس کے بزرگ دنیا میں سخاوت کے اعتبار سے مشہور تھے اور اُس نے بخل وکنجوسی کا مظاہرہ کر کے ان کے نام ہی پر بٹا لگا دیا ہو، تو یہ تو پُرانی روایات کو پامال کرنے والا ہوا، اسے اچھا نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح جو انسان کسی ایسے خاندان کا فرد ہے جو میز بانی اور ضیافت کے اعتبار سے جانا جاتا ہے؛ لیکن اُس نے مہمان داری کا شیوہ اختیار ہی نہیں کیا، اُس نے مہمانوں کی ضیافت کا حق نہیں ادا کیا، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ اور معاملہ نہیں کیا، تو اُس کا یہ عمل مناسب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ یہ خاندان اچھی روایات کو دفن کرنے والا ہے، برقرار رکھنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے خاندان میں اگر علمی روایات ہیں، لوگ پڑھے لکھے ہوتے چلے آئے ہیں، تو ہمیں اپنے خاندان کی اس روایات کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے،

اگر آگے نہیں بڑھا سکتے تو کم از کم اسی معیار کی تو حفاظت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاہلیت کے زمانے میں بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے اگر تمہارے خاندانوں میں یہ روایات پائی جا رہی تھیں اور ان اچھی روایات کی وجہ سے تم معزز و محترم مانے جاتے تھے تو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اگر یہ روایات تمہارے اندر برقرار رہیں تو تم معزز اور شریف کہلاؤ گے، اور اگر ان روایات کو ختم کر دیا تو عزت و شرافت کا مقام حاصل نہیں ہو پائے گا، تو ہر انسان شرافت و عزت کا متلاشی ہوتا ہے، اس کے لیے لازمی چیز یہ ہے کہ وہ بلند روایات اور اچھے طریقۂ کار کو زندہ رکھنے والا ہو، وہ صرف اپنی زندگی میں مگن ہو کر قیمتی اوقات کو خرچ کرنے والا نہ ہو؛ بلکہ دوسروں کا درد بھی اپنے دل کے اندر لیے ہوئے ہو، یہ اچھے انسان کی نشانی ہوتی ہے، وہ کسی دُکھی انسان کو دیکھ کر محسوس کرتا ہو، اور اس فکر میں مبتلا ہو جاتا ہو کہ کیسے میں اِس کی زندگی سے دُکھ کو دُور کروں۔

❑❖❑

اصلاحِ معاشرہ (قسط ششم)

قلب کو اخلاقِ محمودہ سے مزین کرنے کا بیان

ازقلم: مفتی محمد سلطان خان قاسمی، امام وخطیب مسجد ابوبکر صدیق، ڈی جے ہلی، بنگلور

پچھلی قسط میں زہد کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا گیا؛ نیز یہ بات بھی بیان کی گئی کہ زہد جیسی نعمتِ عظمیٰ کو اپنانے والے وہ اہل اللہ اور اہلِ علم حضرات ہی ہوتے ہیں جن پر دنیا کی حقیقت واضح ہوچکی ہوتی ہے، بریں بنا وہ آخرت کو اصل سمجھ کر دنیا کی زندگی کو زہد وقناعت سے مزین کرتے ہیں۔

اِس مندرجہ ذیل قسط میں زہد کی حقیقت اِسی طرح طعام میں مدت کے اعتبار سے، مقدار کے اعتبار سے اور جنس کے اعتبار سے زہد کے کیا کیا مراتب ہیں اُن کو واضح کیا گیا ہے۔

زہد کی حقیقت

’’حقیقتِ زہد یہ ہے کہ انسان دنیا کے مال ومتاع کی جانب التفات نہ کرے اور باوجود اس کے حاصل کرنے کی قدرت کے پھر بھی اس کی جانب متوجہ نہ ہو‘‘۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین: ص/۱۷۵)

زہد کی اصل

’’زہد کی اصل وہ نور اور علم ہے جو اللہ کی طرف سے بندہ کے قلب میں ڈال دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سینہ کھل جاتا ہے اور یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دنیا کے جملہ ساز وسامان مکھی کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہیں اور آخرت ہی بہتر اور پائدار ہے‘‘۔ (مشکاۃ: ص/۴۴۹ الفصل الثالث، کتاب الرقاق)

زہد کا اثر

’’جس وقت یہ نور حاصل ہوتا ہے تو اِس حقیر دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں اتنی بھی وقعت نہیں رہتی جتنی قلب میں ایک پھٹے پُرانے چیتھڑے کی وقعت ہوا کرتی ہے‘‘۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین: ص/۱۷۵)

زہد کا ثمرہ

’’یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت وکفایت دنیا پر قناعت حاصل ہوجائے، پس زاہد اسی مقدار پر کفایت کرتا ہے جتنا

کسی مسافر کو سفر کا توشہ اپنے پاس رکھنا ضروری ہوتا ہے‘‘۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین: ص/۱۷۵)

اگر ہم حدیثِ مبارکہ کا جائزہ لیں تو حدیث شریف میں بھی ہم کو یہی بات ملتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: میری اور دنیا کی مثال تو ایک سوار کی طرح ہے جس نے دورانِ سفر تھوڑی دیر کے لیے کسی درخت کے نیچے آرام کیا (پھر اُس درخت کو وہیں چھوڑ کر) چل دیا۔ حدیث مبارکہ پیشِ خدمت ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اِضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَأَثَّرَ فِيْ جِلْدِهٖ فَقُلْتُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ كُنْتَ آذَنْتَنَا فَفَرَشْنَا لَکَ عَلَيْهِ شَيْئًا يُقِيْکَ مِنْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِنَّمَا أَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا“. (رواه ابن ماجة، باب مثل الدنيا: ص/۳۰۲. ترمذي: ج/۲، أبواب الزهد، باب ماجاء في أخذ المال: ص/٦٣، مكتبه تهانوي)

اِس حدیثِ مبارکہ سے ہم سب کو بھی ترغیب ہو رہی ہے کہ ہم بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے جتنا ہو سکے دنیا میں زہد وقناعت کے ساتھ زندگی گزاریں اور ہمیشہ یہ بات مستحضر رہے کہ ہماری مثال تو بس ایک مسافر کی طرح ہے جو دنیا سے آخرت کی جانب سفر کر رہا ہے اور جتنا مسافر تھوڑی دیر کے لیے سخت گرمی میں کسی درخت کے نیچے تھوڑا آرام کرلے تو وہ درخت ہمیشہ کے لیے اُس کا نہیں ہو جاتا؛ بلکہ مسافر اُس درخت کو وہیں چھوڑ کر اپنی اصل جگہ اور منزل کی جانب بڑھ جاتا ہے۔ (مرتّب)

ایک عمدہ مثال

اگر کوئی مسافر ٹرین کا ٹکٹ خرید کر (سیٹ بُک کروا کر) اپنی منزل تک کے لیے سوار ہو گیا تو اس منزل تک وہ مسافر اس سیٹ کا گویا مالک ہے کہ وہاں اپنا سامان رکھ سکتا ہے، آرام کر سکتا ہے، اُس پر بیٹھ کر کھا پی سکتا ہے وغیرہ اور جب سواری اُس کو اُس کی منزل تک پہنچا دے تو اب اُس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُس ٹرین سے اُتر جائے! بجائے اِس کے اگر وہ مسافر اُس سیٹ کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرے اور لوگوں کے پوچھنے پر وہ کہنے لگے کہ میں نے تو اِس سیٹ کو رقم دے کر بُک کروایا ہے؛ لٰہذا میں اِس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا، ایسے شخص کو لوگ پاگل کہیں گے؛ کیوں کہ وہ شخص اُسی منزل تک اُس سیٹ کا مالک تھا، اُس منزل کے بعد دوسرا شخص آئے گا جو اُس سیٹ کا مالک ہوگا، وہ وہاں تھوڑی دیر آرام کرے گا جب اُس کی منزل آئے گی تو وہ بھی اُس سیٹ کو وہیں چھوڑ کر چلا جائے گا؛ لٰہذا ہر کسی کو دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔ (مرتّب)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے زہد کی حقیقت، ثمرہ اور اثر کو بیان کرنے کے بعد ہر ضروری سامان جس کی ہر شخص کو احتیاج ہے، مثلاً طعام، لباس اور اثاث البیت وغیرہ ہر ایک میں زہد کے مراتب اور مدارج کو بیان کیا ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

طعام میں مدت اور وقت کے اعتبار سے زہد کے مراتب

''طعام میں ضرورت رفع کرنے میں زہد تین اعتبار سے ہوتا ہے: (۱) یعنی مدت (۲) مقدار (۳) اور جنس، پس مدت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ زہد کا تو یہ ہے کہ صرف ایک وقت کے کھانے پر قناعت کرے، یعنی اگر صبح کی بھوک رفع ہو جائے تو شام کے لیے کچھ نہ ہو اور شام کو پیٹ بھر جائے تو صبح کے لیے کچھ ذخیرہ نہ ہو''۔

(تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین: ص/۱۷۶)

زہد حاصل کرنے کے لیے توکل علی اللہ لازم ہے

چناں چہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کماحقہٗ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: اگر تم بھی اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ پاک تم کو بھی اسی طرح روزی مرحمت فرمائیں گے جیسا کہ پرندوں کو روزی عنایت فرماتے ہیں (باوجود کوئی ذریعۂ معاش نہ ہونے کے) کہ وہ صبح سویرے اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو اِس حال میں واپس ہوتے ہیں کہ اُن کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں (اور وہ کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے) حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

پرندوں کا توکل علی اللہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْأَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا''. (رواه الترمذي باب ماجاء في الزهادة في الدنيا، جلدثاني: ص/ ٦٠)

اِس حدیثِ مبارکہ میں ہم کو دو طرح کی رہبری ملتی ہے: (۱) ایک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر پرندوں کا توکل وبھروسہ کہ باوجود کوئی ذریعہ کسبِ معاش نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر کامل بھروسہ ویقین رکھ کر اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری روزی ضرور عطا فرمائیں گے اور ہمیں بھوکا نہیں چھوڑیں گے۔ (۲) دوسرا زہد کہ پرندوں نے کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کی؛ بلکہ زہد وقناعت کے ساتھ صرف آج کی روزی کی فکر کی اور اطمینان وسکونِ قلب کے ساتھ واپس آگئے۔ (مرتّب)

زہد کے اعلیٰ درجہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی امت کو اللہ کی ذات پر توکل اور زہد وقناعت کی ترغیب دی ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی زہد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ.

(رواه الترمذي: ج/٢، ص/٦١ مكتبه تهانوي)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی پوری زندگی میں) کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کیا۔

زہد میں مدت کے اعتبار سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل کا عملی نمونہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَايَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

(هذا حديث حسن صحيح. رواه الترمذي جلدثاني: ص/٦١ مكتبه تهانوي)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے (ازواجِ مطہرات) پر کئی کئی راتیں ایسی گزر جاتی تھیں جن میں انھیں رات کا کھانا نصیب نہ ہوتا تھا، جب کہ ان کا کھانا عام طور پر جَو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

ایک علمی نکتہ

وہ یہ ہے کہ دراصل: حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے طعام، لباس اور اثاث البیت وغیرہ ضروری اشیاء میں جو درجہ بندی اور مراتب طے فرماتے ہیں۔ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی اور احوال اہل اللہ کو سامنے رکھ کر متعین کیا ہے۔

بریں بنا زہد کا اعلیٰ درجہ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی پر غور وخوض کر کے ہی اخذ کیا ہے۔

(مرتّب)

’’اور زہد کا اوسط درجہ یہ ہے کہ مہینہ بھر چالیس دن کی خوراک مہیا ہو، اس سے زیادہ کی پرواہ نہ ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف سال بھر کا ذخیرہ جمع کر لیا جائے اور سال سے زیادہ کا سامان جمع کرنا تو زہد سے بالکل خارج

ہے؛ البتہ اگر کسی قسم کا ذریعۂ کسب اور تحصیلِ معاش کے لیے دنیا کا کوئی مشغلہ نہ ہو تو سال سے زیادہ کا ذخیرہ جمع کر لینا بھی زہد کے منافی نہیں ہے؛ چناں چہ شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیس درہم تھے، جس پر شیخ نے کامل بیس سال قناعت کی تھی؛ چوں کہ ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا؛ اِس لیے بیس سال کا ذخیرہ رکھنا زہد کے خلاف نہ ہوا''۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین:ص/۱۷۶)

مقدار کے اعتبار سے زہد کے مراتب

''طعام میں مقدار کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ کی مقدار جس کو زہد کا اعلیٰ درجہ کہنا چاہیے، نصف رطل یعنی پاؤ سیر اَناج ہے''۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین:ص/۱۷۶)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدار کے اعتبار سے جو اعلیٰ درجہ ذکر فرمایا ہے وہ عام حالات کے اعتبار سے ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ اور آپ کے گھرانے پر ایسے بھی مواقع آئے ہیں جن میں پاؤ سیر اَناج کے بقدر بھی کھانے کو کوئی چیز موجود نہ ہوتی تھی، اُس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اسی پر اکتفا کر لیا کرتے تھے (یعنی کھجور پر)۔

چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کل سات افراد کی جماعت تھی، سب کو بھوک نے پریشان کر رکھا تھا، دراں حالے کہ اس جماعت کے پاس (سوائے سات کھجوروں کے) کچھ نہ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سات کھجوریں مجھے دیں؛ تا کہ میں سب میں ایک ایک تقسیم کر دوں۔ روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوْعٌ وَهُمْ سَبْعَةٌ قَالَ فَأَعْطَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ لِكُلِّ إِنْسَانٍ تَمْرَةٌ. (رواه ابن ماجة، باب معيشة أصحاب النبی صلّى الله عليه و سلم: ص/۳۰۶)

''اور کھانے میں اوسط درجہ کی مقدار آدھ سیر اور اعلیٰ مقدار جو زہد کا ادنیٰ درجہ ہے سیر بھر غلّہ ہے، پس جس نے اس سے زیادہ مقدار کھائی تو سمجھو کہ زہد کے خلاف کیا''۔ (تبلیغ دین ترجمہ از منہاج العابدین:ص/۱۷۶)

طعام میں مقدار کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واہلہ کا عملی نمونہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ. (ترمذي جلد ثاني، باب ماجاء في معيشة النبيؐ وأهله)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کبھی) دو دن لگا تار پیٹ بھر کر جَو کی روٹی (بھی) تناول نہیں فرمائی‘‘۔

اِس حدیثِ مبارکہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی مقدار کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن بھی جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی ہوتو روزانہ کی مقدار اس سے کمترین ہوگی۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری روایت میں یہی حال پورے گھرانے کا ذکر فرمایا ہے کہ زہد وقناعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی برابر کی شریک تھیں۔ روایت پیشِ خدمت ہے (مرتّب):

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهٗ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا. (رواه الترمذي جلدثاني، باب ماجاء في معيشة النبي صلّى اللّٰه عليه وسلم وأهله: ص/٦١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہراتؓ نے تین دن لگا تار پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی بھی نہیں کھائی (اسی زہد کی صفت کے ساتھ) دنیا سے رخصت ہوگئے۔

خیر القرون میں عام لوگوں کی مقدارِ طعام

احادیثِ نبویہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام طور پر لوگ پیٹ بھر نہیں کھاتے تھے؛ بلکہ بقدرِ ضرورت پر اکتفاء فرمالیا کرتے، بریں بناء امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلی بدعت جو شروع ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے، جب لوگ پیٹ بھر کر کھاتے ہیں تو اُن کے اجسام عبادت سے بیزار اور سُست پڑ جاتے ہیں۔ (پیٹ بھر کر کھانے کی وجہ سے) اُن کے دل سخت ہوجاتے ہیں، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُن کی (نفسانی خواہشات) اُبھر کر ظاہر ہوتی ہے۔ عبارتِ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ، قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَوَّلَ بَلَاءٍ حَدَثَ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ قَضَاءِ نَبِيِّهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلشَّبْعُ فَإِنَّ الْقَوْمَ لما شبعت بُطُوْنُهُمْ سمنت أَبْدَانهم فتصعبت قُلُوْبهم وجمحت شهواتهم. (الجوع لابن أبي الدنيا، رقم الحديث: ٢٢، ٨٢/٤ ط: المكتبة العصرية)

لمحۂ فکریہ

اِس حدیثِ مبارکہ کوسامنے رکھ کرہم ذرااپنے کھانے کی مقدار پرغور کریں،توایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب اِس بلاء ومصیبت میں گرفتار ہیں؛ نیزامی عائشہ رضی اللہ عنہانے جن منفی اثرات کا ذکرفرمایاہے۔

گاہے گاہے وہ منفی اثرات ہمارے اندر مشاہدہ میں آجاتی ہیں؛ لہٰذاہمیں چاہیے کہ ہم اپنی مقدارِطعام پرگرفت رکھیں اوراس حدیثِ مبارکہ اوردیگراحادیث کوسامنے رکھ کراس پرعمل کرنے کی کوشش کریں۔اللّٰھم وفقنا بہ

جنس کے اعتبار سے مراتبِ زہد

’’جنس کی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا زہداس جنس کے کھانے پرقناعت کرنا ہے جس میں غذائیت پائی جائے، اگرچہ اناج کی بھوسی ہی کیوں نہ ہواوراوسط درجہ جَو کی روٹی ہے اورادنیٰ درجہ گیہوں کے بے چھنے آٹے کی روٹی کا کھانا ہے، اگرآٹا چھان لیا تواس کا نام زہدنہیں؛ بلکہ تنعّم وتلذذ ہےاور ترکاری میں اقل درجہ کی ترکاری جوزہد کا اعلیٰ درجہ ہے سرکہ اورسبزی ہے اورنمک کا استعمال ہے اوراوسط درجہ چکنائی کا استعمال کرنا ہے اوراعلیٰ درجہ کی ترکاری جوزہدکا سب سے نیچے کا درجہ ہے گوشت کھانابشرطیکہ ہفتہ میں صرف ایک یادومرتبہ ہواوراگرہمیشہ گوشت کھانے کی عادت ہوگئی تب توزہدسے بالکل باہرنکل گیا‘‘۔ (تبلیغ دین ترجمہ ازمنہاج العابدین:ص/۱۲۶)

’’دیکھو!حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس دن گزرجاتے تھے اوررسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ میں آگ بھی نہیں سلگتی تھی،معتبر ذریعہ سے ثابت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے مدینہ منورہ میں قدم رنجافرمایا،کبھی تین دن بھی گیہوں کی روٹی پیٹ بھرکرنہیں کھائی‘‘۔
(تبلیغ دین ازمنہاج العابدین مترجم حضرت مولاناعاشق الٰہی میرٹھیؒ)

احادیثِ مبارکہ:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَانُوقِدُ فِيْهِ بِنَارٍ مَاهُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ. (رواه ابن ماجة، باب معيشة آل محمد صلّى اللّٰه عليه وسلم: ص/٣٠٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پرمہینہ بھر گزرجاتا تھا؛لیکن چولھانہیں سلگتا تھا(کسی نے پوچھاکہ کیسے گزرہوتا تھا؟اِس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے فرمایا:ہماراگزر)کھجوراورپانی پرہوتا تھا۔

طعام میں جنس کے اعتبار سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم واہلہ کا عملی نمونہ

کسی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی ہے؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک چھنے ہوئے آٹے کو نہیں دیکھا۔ کیا تمہارے زمانہ میں چھلنیاں نہیں ہوا کرتی تھیں؟ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا (چھلنیاں ہوا کرتی تھیں) لیکن ہم ان کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ سائل نے پوچھا پھر کس طرح جَو کی روٹی پکاتے تھے؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بس پھونک مار دیا کرتے، اُس سے جو تنکے اُڑ جاتے تھے اُس کو چھوڑ کر بقیہ آٹا) گوندلیتے تھے۔ (عبارتِ حدیث ملاحظہ فرمائیں)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيْلَ لَهُ أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَّارٰى؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَارَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ. فَقِيْلَ لَهُ هَلْ كَانَتْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ. قِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نُثَرِّيْهِ فَنَعْجِنُهُ. (هٰذا حديث حسن صحيح. رواه الترمذي جلدثاني: ص/٦١، باب ماجاء في معيشة النبي صلّى الله عليه وسلم وأهله)

خلاصہ

اِس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہورہی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا خاندان اور رفقاء نے زہد وقناعت کے اعلیٰ مراتب پر زندگی گزار کر ہمارے لیے نمونہ پیش کیا ہے؛ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ان کی اتباع کرتے ہوئے زہد وقناعت کی صفتِ عظمیٰ کو اپنا کر دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دے کر زندگی گزارنے کی کوشش کریں، اگر چہ ان خاصانِ خدا نے زہد کے اعلیٰ مراتب پر عمل کر کے دکھایا، ہمیں چاہیے کہ کم از کم زہد کے ادنیٰ درجہ پر عمل کرنے کی کوشش کریں؛ تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔ (آمین ثم آمین)

اللّٰھم صلّ علٰی حبیبک وصفیک بقدر زھدہ وکمالہ

❑❖❑

اصلاحِ معاشرہ

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی حقوق

ازقلم: مفتی محمد علی علی صاحب قاسمی، مہتمم جامعہ قاسم العلوم، عیدگاہ مسجد جے نگر فورتھ بلاک، بنگلور

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور انہیں مختلف نعمتوں سے نوازا، ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ جاری فرمایا؛ تاکہ لوگ اللہ کی معرفت حاصل کرلیں اور اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گذاریں، اگر انسان دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی چاہتا ہے، تو رسولوں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں: بندوں کے لیے پیغام رسالت انتہائی ضروری ہے، اِس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لوگوں کو پیغامِ رسالت کی ہر چیز سے بڑھ کر ضرورت ہے؛ کیوں کہ پیغامِ رسالت کائنات کے لیے روشنی اور آبِ حیات ہے۔

تمام انبیاء میں سب سے افضل ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ ہی کی وجہ سے آپؐ کی امت تمام امتوں سے افضل اور آپؐ کے صحابہؓ تمام انبیاءؑ کے صحابہ سے افضل اور آپؐ کا زمانہ تمام زمانوں سے افضل ہے؛ لہٰذا ہر امتی کو سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر کیا حقوق ہیں، اور ہماری آپؐ سے کیا نسبتیں ہیں۔ ایک نسبت: یہ ہے کہ آپؐ نبی ہیں اور ہم اُن کے امتی ہیں، دوسری نسبت: یہ ہے کہ آپؐ حاکم ہیں اور ہم محکوم ہیں، تیسری نسبت: یہ ہے کہ آپؐ محسن ہیں اور ہم آپؐ کے زیرِ احسان ہیں، چوتھی نسبت: یہ ہے آپؐ محبوب ہیں اور ہم محبّ ہیں، ان تمام نسبتوں کی وجہ سے ہم امتیوں پر اپنے نبی کے بہت سارے حقوق عائد ہوتے ہیں، اُن میں سے چند حقوق یہ ہیں:

نمبر(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○﴾

(سورۂ اعراف: ۱۵۸)

(اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے نبی امی پر بھی جو کہ خود اللہ پر اور اُن کے احکام پر دل وجان سے ایمان رکھتا ہے اور اُس نبی کا اتباع کرو؛ تاکہ تم سیدھی راہ پر آجاؤ)۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ (سورۂ فتح:۱۳)

(جو بدبخت اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے گا تو ایسے کافروں کے لیے ہم نے دوزخ تیار کررکھی ہے)۔

نمبر(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات کے اعتبار سے بشر ماننا:

امت پر نبی کا دوسرا حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بشر ہونے کا عقیدہ رکھے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (سورۂ کہف:۱۱۰)

(اے میرے محبوب پیغمبر! آپ یہ فرمادیں میں ذات کے اعتبار سے بشر (انسان) ہوں، میری طرف وحی نازل ہوتی ہے)۔

نمبر(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّد البشر ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حق یہ کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محض بشر ہونے کا نہیں؛ بلکہ سید البشر ہونے کا عقیدہ رکھے۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا سيّد ولد آدم يوم القيامة. (صحیح مسلم:۴۲۲۳)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا)۔

نمبر(۴) نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننا:

امت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چوتھا حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (سورۂ احزاب ۴۰)

(حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں)۔

نمبر(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَايَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَاائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَايَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحٰى اِلَيَّ، اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ○﴾ (سورۂ یونس:۱۵)

(جس وقت ان کافروں کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کوئی اور قرآن لے کر آؤ پھر اس میں تبدیلی کرو، اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کرلوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے اور میں اپنے رب سے بڑے عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں)۔

نمبر(٦) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفروض الاتباع ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹواں حق یہ کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفروض الاتباع ہونے کا عقیدہ رکھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اُس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں؛ لہٰذا جلدی سے بھاگ نکلو، اب اُس کی قوم میں بعض نے اُس کا کہنا مان لیا؛ لہٰذا وہ شام ہوتے ہی وہاں سے بھاگ نکلے اور آرام سے چلے گئے اور بعض نے جھٹلایا اور وہ صبح تک اسی جگہ رہے اور صبح ہوتے ہی دشمن کا لشکر اُن پر حملہ آور ہوا اور اُن کو تباہ کیا، یہی اُس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں احکام شریعت لے کر آیا ہوں اُس کی اتباع کی، اور جس نے میرا کہنا نہ مانا اور سچے دین کو جھٹلایا اُس کی مثال دوسرے تباہ ہونے والے شخص کی طرح ہے۔(صحیح مسلم:۲۲۸۳)

نمبر(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روضۂ مبارک میں زندہ ماننے:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتواں حق یہ کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کا عقیدہ رکھے۔

حضرت اَوس ابنِ اَوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنوں میں سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن اُن کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے؛ اس لیے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو؛ کیوں کہ تمہاری طرف سے بھیجا ہوا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام حرام کر دیے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

نمبر(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا:

امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھواں حق یہ ہے کہ: آپ سے سب سے زیادہ محبت وعقیدہ رکھے۔

”عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. (صحیح البخاری)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اُس کے والدین، اولاد اور باقی تمام چیزوں سے محبوب نہ ہو جاؤں)۔

نمبر(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نواں حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھیں۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۂ احزاب: ۵۶)

(بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو)

نمبر(۱۰) نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور پیغام کی مدد ونصرت کرنا:

امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دسواں حق یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور پیغام کی مدد اور نصرت کریں۔

﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (سورۂ فتح:۹)

(تاکہ اے لوگوں تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم تمام کو نبی کے تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

❑❖❑

اصلاحِ معاشرہ

ووٹر کارڈ بنانا اور ووٹ ڈالنا جان وایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے

ازقلم: مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی، ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

مسلمانوں کی سیاسی زبوں حالی:

اِس حقیقت سے انکار نہیں کہ مذہبی قائدین جس سادگی اور سادہ لوحی سے آزادی کی لڑائی لڑے یہاں تک کہ برادرانِ وطن کے ساتھ مل کر ملک کو آزاد کروایا؛ مگر افسوس آزادی کے بعد خود مسلمان مضبوط لائحۂ عمل طے کرنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکے، اپنی ان بے مثال قربانیوں کے باوجود تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی ورفاہی جیسی اہم خدمات میں مصروف رہے، مگر مسلمانوں کا کوئی متحدہ سیاسی پلیٹ فارم بنانے کی طرف شاید توجہ کی گئی ہو، ایک طرف مضبوط اور مستحکم ملی قیادت کا نہ ہونا، دوسری طرف مسلمانوں کا فرقوں میں بٹ جانا، تیسری طرف مسلمانوں کی معاشی بدحالی، چوتھی طرف تعلیمی پس ماندگی نے اُن کی طاقت کو منتشر اور اُن کے شیرازہ کو بکھیر دیا، جس کا نہ صرف سب کو افسوس ہے؛ بلکہ اس کا خمیامہ بھی سب بھگت رہے ہیں۔

فرقہ پرست طاقتوں کی زہریلی ذہنیت:

عاوہ ازیں برادرانِ وطن کی مخصوص ذہنیت رکھنے والی ایک تنظیم جو آزادی کی لڑائی سے کوسوں دُور رہی؛ بلکہ خفیہ طور پر انگریزوں کے ایجنٹ بھی بنی رہی، آزادی کے قریب پوری پلاننگ طویل لائحۂ عمل طے کرنے میں جُٹ گئی کہ مستقبل میں ملک کو ہندو راشٹر کیسے بنایا جائے؟ مسلمانوں کی حیثیتِ عرفی کو کس طرح ختم کیا جائے، ان کے وجود کو کیسے مٹایا جائے؟ ان کی تہذیب وکلچر کو کیسے مسخ کیا جائے؟ وہ اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے مسلسل محنت کرتے رہے، آج دنیا انہیں تقریباً کامیاب دیکھ رہی ہے، جن لوگوں کو جیل میں ہونا تھا وہ نہ صرف آزاد پھر رہے ہیں؛ بلکہ حکومت کر رہے ہیں، ہندوستانی نظامِ عدل کو پوری طرح قبضہ میں کرنے کی کوشش میں ہیں اور مسلمان اِس ملک میں تمام تر قربانیوں کے باوجود جیلوں کی زندگی اور حاشیے پر ہی ہیں، جانوروں کے مشتبہ قاتل کو قتل کر دیا جاتا ہے اور انسانوں کے قاتل دندناتے پھرتے ہیں، دیش بھگتی کے نام پر فوج، رام مندر، یکساں سِول کوڈ، مسلم

پرسنل لا وغیرہ میں اپنے مطابق جیت حاصل کرتے گئے، دفعہ 370 کے معاملہ کو مسخ کر دیا، منووادی نظریہ سام، دام، ڈنڈ، بھید کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے پورے ملک میں زہر گھول دیا۔

ماضی کا تذکرہ مستقبل بنانے کے لیے

ماضی کا تذکرہ مستقبل کو بنانے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ ماضی میں محو ہوجانے یا خوف وناامیدی میں مبتلا ہونے کے لیے، فی الحال ایسا منصوبہ جوز ود نتیجہ خیز ہو شاید کسی کے پاس نہیں ہے؛ مگر حال کے حکم پر عمل سے گریز بھی نہیں ہوسکتا، حالات نے بتادیا کہ رسمی کاموں کے ساتھ ترجیحی کام بہت ضروری ہیں، مفتوح کاموں کے ساتھ مطلوبہ کام بھی مقاصد میں سے ہے، سیاسی شعور کے بغیر ظلم کا رونا رونا بھی ظلم میں شامل ہے۔

امت کو اکابر سے نہ کاٹیں

کچھ کریں یا نہ کریں؛ مگر موجودہ ضابطہ سے جو اکابر شمار ہوتے ہیں اُن سے امت کے اعتماد کو کاٹا نہ جائے اور برائے نام ہی کیوں نہ ہو جو تنظیمیں ہیں اُنہیں اور مُردہ نہ کیا جائے، نہ اُن سے بہتر اور نہ ان کا بدل فی الحال ممکن ہے، اس کے بجائے انہیں سمجھائیں، جو لوگ ہمیں دہشت گرد کا لقب بھی دیتے ہیں اور ہمیں ووٹ بینک کے طور پر استعمال بھی کرتے ہیں، اجتماعی مفاد کے لیے ہونے والے کام لوگوں کے اشتراک کو کافی سمجھیں، انضمام (خود کو ختم کرکے دوسرے میں ضم ہوجانا) کا مطالبہ نہ کریں، اتحاد کے لیے اشتراک کافی ہے، انضمام سے اتحاد پیدا نہیں ہوتا، مشترکہ دشمن سے نمٹنے کے لیے متحدہ محاذ کی ضرورت ہے۔

کام بننے سے پہلے بگڑنے نہ دیں

ووٹر آئی ڈی وغیرہ سے متعلق کوئی بھی کام کرنے کے لیے آمادہ ہوں تو یہ سوال نہ کریں کون سی تنظیم کی طرف سے ہے، ہمارے اکابر نے یہ سب کرنے کو نہیں فرمایا، پہلے مشورہ ہوگا اُس کے بعد دیکھا جائے گا، دشمن سر پر آ کھڑا ہے، ابھی بھی وسعتِ ظرفی پیدا نہ ہوئی تو کب ہوگی، اور یہ کام سب اکابرین کے عین منشاء سے ہی کیا جارہا ہے، بعض باتیں اکابر اپنے عہدہ کی رعایت میں کھل کر نہیں فرماتے؛ مگر ماتحتوں کو منشاء ومزاج سمجھنا پڑتا ہے۔

اقلیت کو کمزوری نہ سمجھیں

ووٹ: سفارش، گواہی، وکالت وامانت ہے، ووٹ ڈالنا فرض ہے اور نہ ڈالنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس کے لیے ووٹر آئی ڈی بنوانا بھی واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر مسلمان کے ذہن میں یہ بات رہے کہ پندرہ سال کے بعد نماز فرض ہے، اٹھارہ سال کے بعد ووٹ فرض ہے، ہر مجلس میں ووٹر آئی ڈی کا اور ووٹ ڈالنے کا تذکرہ عبادت سمجھ کر کریں۔ مایوسی انسان کو معذور بنادیتی ہے، اقلیت واکثریت کے غم میں رہنے کے بجائے اقلیت کو طاقت میں بدلنے کی کوشش کریں۔

طاقت کے ٹکڑے نہ کریں

ووٹ کو کیک کی طرح کاٹ کاٹ کر تقسیم نہ کریں، تقسیم کی بدولت فرقہ پرست پارٹیاں صرف چالیس فیصد سے کم ووٹ سے جیت جاتی ہیں، جب کہ ساٹھ فیصد سے زائد لوگوں کے ووٹ بکھر چکے ہوتے ہیں، مسلمان کی سادتی پر کس قدر افسوس کیا جائے، گجرات قتلِ عام کے ذمہ دار نے انتخاب جیتنے کے لیے گزشتہ گجرات اسمبلی انتخابات میں کم از کم پچاس (۵۰) مسلم اُمیدواروں کو میدان میں اُتارا تھا اور ان کے سارے اخراجات برداشت کیے تھے اور مسلمان اس سے غافل رہے۔ اِس بار بھی مسلمانوں کے ووٹ تقسیم کرنے کی سازش کی جاچکی ہے، مہرے، پیادے اور کارندے تیار ہوچکے ہیں، آپ کو خوش نما خواب دکھا کر آپ کے ووٹ کو بانٹنے کی تگ ودو میں لوگ لگ گئے ہیں، خوب صورت اور مذہبی لباس میں نمائندے جو بات تو کریں گے اتحاد واتفاق کی، مسلمانوں کی ترقی اور فلاح وبہبود کی، مسلمانوں کی یک لخت حالت بدلنے کی؛ لیکن سچ یہ ہے کہ وہ آپ کی بھلائی نہیں آپ کے ووٹ کو پارہ پارہ کرکے دشمن کے کام کو آسان بنانے کے لیے میدان میں ہیں، جس سے مسلمانوں کو سیاسی طور پر بے حیثیت کرنے اور مسلمانوں کے ووٹ کو بے وقعت بنانا ہے، افسوس تو یہ ہے کہ دشمن ہم سے ووٹ کا حق چھینے اس سے پہلے ہی ہم خود عملاً ووٹ چھوڑ چکے ہیں۔

تقدیر کے ساتھ تدبیر بھی کریں

اِس بار مسلمانوں کو طے کرنا ہے کہ انہیں خوف ودہشت، ذلّت وبدنامی اور مجبوری کی زندگی پسند ہے یا عزت کی، اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہم دفاعی پوزیشن میں ہیں نہ کہ اقدامی، دفاع کے بغیر چارۂ کار نہیں، تقدیر کے ساتھ تدبیر بھی اپنانا عین سنت ہے، ہر پانچ سال کے بعد مسلمانوں کو حساب چکانے کا موقع ملتا تھا؛ مگر اِس بار اگر

سنجیدہ محنت نہ ہوئی تو اِس کے بعد کوئی موقع نہیں ملے گا۔ اپنے چھوٹے موٹے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کے لیے یک جُٹ ہونا ضروری ہے۔ ملک میں جمہوریت باقی رہے، ملک کا دستور محفوظ رہے، ملک میں امن وامان اور قانون کی حکمرانی قائم رہے، ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے۔

خود حفاظت کا نظام بنائیں

ہر وہ فرد جس کی عمر ۱۸ر سال ہو جائے اُس کو بحیثیت ووٹر (رائے دہندہ) اپنے نام کا اندراج کرانا واجب ہے اور انتخابات میں اپنے حقِ رائے دہی کا استعمال کرنا فرض ہے، بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ: ''مسلمانوں نے اس ملک میں پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے عقیدے اور تشخص کے تحفظ کے ساتھ اِس ملک میں رہیں گے''۔ اب اِسی عقیدے اور تشخص کے تحفظ کا وقت آ گیا ہے۔

موقع کو ضائع نہ کریں

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جس دین میں سیاست نہ ہو وہ دین دین نہیں ہے اور جس سیاست میں دین نہ ہو وہ سیاست سیاست نہیں ہے''۔ (راہِ عمل:۵۵)

ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر ووٹ ڈالیں، خود بھی ووٹ کی قیمت سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں، ووٹ کے دنوں میں کہیں سفر نہ کریں؛ چوں کہ ووٹنگ کے وقت ووٹ دینا ہی دینی تقاضا ہے، دوسرے دینی تقاضوں کے موقع ملتے رہیں گے؛ مگر یہ موقع صرف پانچ سال میں ایک بار آتا ہے، اگر غفلت ہوئی تو شاید آئندہ کبھی یہ موقع حاصل نہ ہوگا، اور نہ ہی کسی دینی تقاضے کے قابل بچیں گے؛ اِس لیے ووٹنگ کے موقع پر کسی دینی تقاضے پر بھی نہ جائیں، بوڑھے، کمزور، مریض اور خواتین کو ووٹ بوتھ تک پہنچانے کا انتظام کریں۔

حسنِ تدبیر سے بڑی کوئی عقلمندی نہیں ہے

ووٹ صرف ایک ہی سیکولر پارٹی کو دیں؛ نیز ''ہرانا کسے ہے'' اور فرقہ پرست پارٹی کے مقابلہ میں ''کون سی پارٹی جیت سکتی ہے'' یہ دو باتیں دیکھے بغیر ووٹ ڈالنا اپنا ووٹ ضائع کرنا ہے، اپنے سب ملنے والوں کی انفرادی ذہن سازی کریں، کہیں آزاد اُمیدوار ہی مناسب اور لائق ہو اور جیتنے کی پوزیشن میں ہو اور ملک وملّت

کے لیے مفید ہو تو اُسی کو آگے بڑھا دیں، کئی اُمیدوار کھڑے ہوں تو اُنہیں سمجھا کر متحد ہونے کے لیے کسی اثر ورسوخ والی جماعت کا استعمال کریں۔

جو کچھ کہا جا رہا ہے اُسے اکابر کی زبان ہی نہیں؛ بلکہ شریعت کی ترجمانی سمجھیں، قومی وملکی کام کو اپنی تنظیم، اپنی تحریک، اپنی جماعت کی طرف منسوب کرنے کے غم می ں انتشار کا سبب نہ بنیں، اِی وِی اَیم (EVM) (الیکٹرانک ووٹنگ مشین) خراب ہے، تو اُسے درست کریں، نہیں کر سکتے تو خود کو درست کریں، خرابی مشین میں نہیں خرابی ہمارے حوصلے وعمل میں ہے۔

شہرت وشہرے کے لیے قوم کو ذبح نہ کریں

''کون کام کر رہا ہے، کس کو فکر ہے، کون سی تنظیم صحیح کام کر رہی ہے، سب بولنے اور لکھنے کی حد تک رہ گئی'' اِن جملوں کے بجائے مجھ سے جو ہوسکتا ہے وہ کر گزروں، زیادہ ضروری ہے، مذکورہ جملوں سے میرا مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، آگ بجھانے والوں میں اپنا نام شامل کرنے کی کوشش کریں، لگانے والوں میں سے اپنا نام نکلوالیں، جذبات پر قابو رکھنے کے ساتھ زبان کو بھی قابو کیا جائے، کھلے راستہ پر چلنا شروع کر دیں، بند راستہ بھی بفضلِ اللہ کھلتے جائیں گے، کچھ کاموں کا نفع اپنی نسل کو اٹھانے دیں، جیسے بہت سے کاموں (آزادی کی قربانی وغیرہ) کا نفع ہم اپنے اُصول (باپ دادا) سے اُٹھا رہے ہیں۔

سنیتا ایرن کہتی ہیں کہ:

> ''مسلمانوں کی نئی نسل کو مظلومیت کی نفسیات سے نکلنا ہوگا، اب مسلم یوتھ کو سوچنا ہے، لڑکیوں کو سوچنا ہوگا، برادری کے دانشور آج یہ بات نہ کریں کہ ہمارے ساتھ ماضی میں کیا ناانصافی ہوئی، وہ یہ بات کریں کہ ہمیں آگے کیسے بڑھنا ہے''۔

یہ اگرچہ مسلمان نے نہیں کہا؛ مگر کیا یہ بات سچ نہیں ہے؟ خود غور کریں کہ ہم سیاسی طور پر بھی کمزور ہیں، سترہ کروڑ کی مسلم آبادی میں پارلیامنٹ میں مسلم ممبروں کی تعداد کم از کم چھہتّر ہونی چاہیے تھی، جو نہیں ہے۔

ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں نہ کہ ابرہہ کے!

خدائی نظام میں جیت حق کی ہی ہوتی ہے، ہارنا ظالم کو ہی ہے؛ مگر یہ بھی خدائی نظام ہے کہ نظامِ کائنات اسباب سے مربوط ہے، ہم ابرہہ کے زمانے میں نہیں ہیں کہ سب چھوڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھیں اور انتظار میں ہے کہ

ابابیل سے وقت کا ابرہہ ہلاک ہوجائے گا؛ بلکہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، جنہیں وقت کے ابرہہ کو مٹانے اور احد وبدر اور خندق وحنین میں ننگی تلوار سے نکلنا پڑا تھا، دعا کعبہ کے سایہ میں کی جائے اور محنت مندر کے سایہ میں؛ مگر محنت بھی رنگ لاتی ہے، محنت کے بغیر نہ مایوس ہونا ہے اور نہ جذباتی بننا ہے، جنگیں جذبات سے نہیں؛ بلکہ منصوبہ بندی سے جاتی جاتی ہیں، تبدیلی صرف الیکشن سے نہیں ہوتی ہے؛ مگر الیکشن کے بغیر تبدیلی آسان بھی نہیں ہے ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ'' اپنے دین کو عام کرنا ہو تو خود کو غالب رکھنا بھی ہوگا۔

وقت سے پہلے وقت کی نزاکت کو سمجھ لیں

ووٹ کی قیمت کو جتنی جلد سمجھ لیا جائے اُتنا ہی قوم کے حق میں بہتر ہے؛ ورنہ کہیں مظالم سے ایک بار پھر زمین وآسمان سرخ وخون آلود نہ ہوجائیں، اپنے مفاد کو بھول کر اپنی نئی نسل کے مفاد کو مقدم رکھیں، شعور و بیداری کا کام ہر گلی کی سطح پر، محلّے کی سطح پر، پورے گاؤں، قصبے اور شہر وملکی سطح پر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے کریں، پورے حلقۂ انتخاب میں ہر فرد کو متوجہ کریں، ووٹر آئی ڈی بنوانے کے موقع پر ''کس پارٹی کو ووٹ ڈالنا ہے'' ہرگز زیرِ بحث نہ لائیں، اس سے بننے والے کام بھی بگڑ جاتے ہیں، فتوحات کے لیے مجاہدات ضروری ہیں، شکر ڈالے بغیر میٹھا اور نمک ڈالے بغیر کوئی چیز نمکین نہیں بنتی، انہیں قوموں کی تقدیریں بدلتی ہیں جو خود کوشش کرتی ہیں۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

سب کچھ کرنے کے بعد بھی شہرت وتعریف کے قریب نہ بھٹکیں، بنیاد کے پتھر بن جائیں، قوموں کی تعمیر تو اُن کے سینہ پر ہو جائے؛ مگر وہ نظر نہ آئیں جن کی بدولت قوم ترقی کر رہی ہے، ذاتی، خاندانی، معاشی، سماجی اور سیاسی مفادات کی خاطر قوم کو دفن نہ کر دیں۔

ملک میں امن کا قیام ملکی وشرعی فریضہ ہے جو ووٹ سے حاصل ہوتا ہے

حضرت مولانا مفتی تجمل حسین صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

''ملک میں امن وامان کے قیام کی فکر حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت رہی ہے؛ اِسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار سے دعا مانگی: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾ (البقرہ:۱۲۶) اِس آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کی بندگی امن

وامان کی فضائ میں انجام دینے کی فکر کرنا ضروری ہے، اِسی طرح اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس پر شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ میں آنے والے سوداگروں پر ظلم ہوتا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم وستم ازالہ کے لیے فکر فرمائی، ذی وقار اور بااثر سردارانِ مکہ کی کابینہ بلائی اور اس کا بنیادی نکتہ دفاعِ ظلم تھا اور آپ نے اس تنظیم کا نام ''حلف الفضول'' رکھا، حلف کے معنیٰ قسم کھانے کے آتے ہیں، حلف الفضول امتِ مسلمہ کے لیے ایک تاریخی وابدی نام ہے، رہتی دنیا تک اہلِ اسلام کے لیے ایک اہم پیغام ہے کہ انسانیت پر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف امان وامان کا علم بلند کیا جائے؛ تاکہ ظلم وستم کا خاتمہ ہوجائے۔

موجودہ زمانہ میں اقلیتوں پر ظلم وستم کی بنیادی وجہ ظالم حکمرانوں کا اقتدار پر آنا ہے اور اقتدار پر لانے کی باگ ڈور رعایا کے ہاتھ میں ہوتی ہے، کہ وہ ووٹ کی طاقت کے ذریعہ امن پسند حکمران کا انتخاب کرسکتی ہے؛ ورنہ شر پسند طبقہ مسندِ اقتدار پر متمکن ہوکر انسانیت پر ہمیشہ ظلم وستم کرتا چلا آیا ہے، قرآنی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے کہ جب بھی ظالم نے حکمرانیت کا تخت سنبھالا ہے، وہ ظلم وستم کرتا چلا آیا ہے، قرآنی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے کہ جب بھی ظالم نے حکمرانیت کا تخت سنبھالا ہے وہ ظلم وبربریت کی ہمیشہ دو دھمکیاں دیتا چلا آیا ہے: (۱) ہم تم کو ہمارے اِس ملک میں رہنے نہیں دیں گے، ملک سے دربدر کردیں گے، یا تمہاری املاک چھین کر ڈیٹنٹر سینٹر میں ڈال دیں گے، یہ ساری ظالمانہ کارروائیوں کا اشارہ ﴿لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا﴾ سے ملتا ہے (۲) اگر ہمارے ملک میں رہنا ہے تو پھر ہمارے کفر وشرک والی ملّت میں داخل ہونا پڑے گا، بہ الفاظِ دیگر ''گھر واپسی'' ضروری ہوگی، دھرتی کو مقدر سنوارنے والی طاقت تسلیم کرنا ہوگا، آنے والی جدید نسلوں کے ایمان کا خاتمہ کرنا ہوگا، توحیدی نغموں کے بجائے زبانوں سے وندے ماترم، سوریا نمشکار، سرسوتی وندنا جیسے شرکیہ کلمات گوارہ کرنا ہوگا، یہ تو ظلم بالائے ظلم ہے، ظاہر ہے کہ اسلام ایسے ظالمانہ ومشرکانہ قانون کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کرے گا''۔

۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء میں مسلمانوں کی تین بڑی غلطیاں

مسلمانوں کو ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرنا چاہیے جو ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں ہوئیں اور جن سے فرقہ پرستوں کے لیے اقتدار تک رسائی ممکن ہوئی۔ ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں مسلمانوں سے تین ایسی فحش غلطیاں سرزد ہوئیں

جنہوں نے بی جے پی کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار کیا، پہلی غلطی یہ تھی کہ ۵۰ ؍فیصد مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب تھے؛ لیکن مسلمانوں نے ان کے اندراج کی فکر نہیں کی، اور اِس طرح ایک بڑی تعداد حقِ انتخاب کے استعمال سے محروم رہی، جس کا راست فائدہ فرقہ پرست امیدواروں کو ہوا۔

دوسری بڑی غلطی یہ تھی کہ ووٹر لسٹ میں موجود ۵۰ ؍فیصد مسلمانوں نے مکمل پولنگ میں حصہ نہیں لیا، مسلم علاقوں میں پولنگ شرح بہت کم رہی، کہیں ۴۰ ؍فیصد تو کہیں ۳۰ ؍فیصد، اکثر مسلمان الیکشن کے موقع پر ووٹ ڈالنے میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

تیسری بڑی غلطی یہ ہوئی کہ حق انتخابات استعمال کرنے والے مسلمان متحدہ ووٹ استعمال کرنے کے بجائے مسلک اور فرقوں میں بٹ گئے، مسلم امیدواروں کی ناعاقبت اندیشی نے مسلمانوں کے انتخابی اتحاد کو پارہ پارہ کردیا۔ اِس طرح مسلمانوں کے ووٹ بے اثر ہوکر رہ گئے، حالیہ انتخابات میں ان غلطیوں کا اعادہ نہ ہو، اِس کے لیے منظّم منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، سب سے پہلے ووٹر لسٹ سے جن کے نام حذف ہے وہ اپنے ناموں کے اندراج کے لیے فوری حرکت میں آئیں، تاریخِ انتخابات کو باشعور مسلمانوں کا ایک طبقہ گھر گھر، محلّہ محلّہ پہونچ کر مسلمانوں میں ۱۰۰ ؍فیصد پولنگ کو یقینی بائے۔

ووٹ صحیح استعمال ہوتا تو یہ دن نہ ہوتے!

مفتی جمال الدین صاحب قاسمی زید فضلہٗ فرماتے ہیں کہ: ’’اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے جو دل فگار حالات ہیں، وہ کسی حساس اور باشعور انسان سے مخفی نہیں ہے، ہر آنے والا دن مسلمانوں کے لیا یک نئی مصیبت لے کر طلوع ہوتا ہے، مصائب کے ہجوم اور ستم گاریوں کے تلاطم نے امتِ مسلمہ کے دل ودماغ کو ماؤف اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے، کبھی اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر شانِ رسالت میں گستاخی تو کبھی ’’صنفِ نازک کی آزادی کا نعرہ‘‘ لگا کر شریعت کی تعلیمات میں ترمیم وتنسیخ، تو کبھی ’’لَو جہاد‘‘ کے نام پر مسلمانوں کا قتل، تو کبھی ’’گؤ رکھشا‘‘ کے نام پر سماج میں انتشار پھیلانے کی کوشش اور مسلمانوں کا بے دردی سے قتل، یہ وہ سنگین حالات ہیں، جن سے مجموعی طور پر مسلمانانِ ہند گزر رہے ہیں۔

مفتی تجمل حسین صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

’’موجودہ دَور میں ہندوستان اسلام دشمنی کی لپیٹ میں ہے، اسلام دشمنی میں دن بہ دن اضافہ ہوتا ہی جارہا ہے، کہیں تو قرآنِ مجید کے نسخے جلا کر دشمنی کی آگ بھڑکائی جارہی ہے، کبھی اسلام کے منصفانہ

مزاج کے خلاف یکساں سِول کوڈ کے نفاذ کا نعرہ لگایا جارہا ہے، اسلام کی شبیہ بگاڑنے، لَو جہاد جیسی غلط اصطلاحات گھڑی جارہی ہیں، عورت کے ساتھ جھوٹی ہمدردی کے سہارے طلاقِ ثلاثہ کے حکم کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی ناپاک سازش کی جارہی ہے، گھر واپسی کے مقصد سے مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ملک کے بعض گوشوں میں مسلمانوں کا سماجی بائیکاٹ کیا جارہا ہے، اسلامی مراکز ومدارس پر حملے کیے جارہے ہیں، کہیں مدارس کے معصوم بچوں کا بہیمانہ قتل کیا جارہا ہے، گھروں میں گھس کر عورتوں کے ساتھ نازیبا سلوک، ملّتِ اسلامیہ کی دوشیزاؤں کی عزت وعصمت تار تار کی جارہی ہے، پوری منصوبہ بندی کے ساتھ شہر شہر، دیہات دیہات میں مسلمانوں کے خلاف ملک کے سادہ لوح برادرانِ وطن کے دلوں میں زہر گھولا جارہا ہے، ملک کے تقریباً ہر صوبہ میں اہلِ اسلام کا دائرہ تنگ سے تنگ کیا جارہا ہے، ملک کی اسلام دشمن تنظیمیں ''آر ایس ایس''، ''وِشو ہندو پریشد''، ''بی جے پی'' اور ان کے جملہ لیڈر انتہائی متحرک وفعال ہو چکے ہیں، اسلام کے خلاف ایک دستورنامہ ۳۵/ دفعات پر تیار کر چکے ہیں، اسی کو روبہ عمل لانے کی پوری جستجو میں لگے ہوئے ہیں، اگر ۲۵/ کروڑ مسلمانانِ ہند بھی شروع ہی سے متحد ہوکر منصوبہ بندی کے ساتھ حکمتِ عملی اختیار کرتے تو آج یہ نوبت نظر نہ آتی کہ جس کو دیکھ کر دل جل رہے ہیں، خاص طور پر جمہوری ملک میں دانشمندی کے ساتھ انتخابی مہم کو صحیح رُخ دیا جاتا اور ووٹ کا صحیح استعمال ہوتا تو شاید ایسے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑتا''۔ (ووٹ اور انتخابات، اہمیت وضرورت، مقدمہ:۱۲)

آج مسلمانوں کے حقوق اُن سے چھینے جارہے ہیں، ملک وقوم کے مفادات کو نظر انداز کیا جارہا ہے، کبھی ہندو مسلم فسادات کو لے کر نفرت کی آگ بھڑکائی جاتی ہے اور کبھی مسلمانوں کے دین وایمان پر حملہ ہوتا ہے، یہ ساری صورتِ حال پیدا ہوئی ہے غلط حکومت بننے اور بُرا حاکم اقتدار سنبھالنے کی وجہ سے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ووٹ اپنے صحیح مصرف میں استعمال نہیں کیا جارہا ہے، اگر لوگ ووٹ کی شرعی حیثیت سے واقف ہوجائیں اور ووٹ کی اہمیت وضرورت معلوم کر کے اسے صحیح استعمال کرنے کی کوشش کریں تو یہ دن نہ ہوتے۔

جمہوری ملک میں ووٹ ایک طاقت ہے

☆ جمہوری ملک میں ووٹ ہر سیاسی تنظیم کی طاقت ہے، بابری مسجد کا فیصلہ اسی ووٹ کی طاقت سے حاصل کیا گیا۔

☆ مسلم پرسنل لا پر حملہ اسی ووٹ کی طاقت سے ہوا، دفعہ 370 اسی ووٹ سے ختم کیا گیا، ظلم وستم کا پہاڑ اسی ووٹ سے توڑا گیا۔

☆ مسجدوں پر بلڈوزر اسی ووٹ کی طاقت سے چلایا گیا، قانونِ شریعت اور دینی شعائر کی پامالی اسی ووٹ کی طاقت سے کی گئی۔

☆ شہروں اور آبادیوں کو ویران اسی ووٹ کی طاقت سے کیا گیا، گائے کے نام پر انسانوں کا قتل ووٹ کے نام پر ہی کیا گیا۔

☆ مسلم لڑکیوں کے ارتداد کی منظّم سازش اسی ووٹ کے نام پر کی جارہی ہے۔

☆ مدارس کو دہشت گردی کے اڈے اور علماء پر دہشت گرد کا الزام اسی ووٹ سے حاصل طاقت کی بنا پر لگایا گیا۔

☆ اذان پر پابندی اور مسلم شہروں کے نام بدلنے کی گھٹیا حرکت اسی ووٹ کی طاقت سے کی گئی۔

☆ شہروں میں فساد مچا کر مسلمانوں کی اَملاک کو ہلاک کر کے مسلمان نوجوانوں کو جیل کی سزا اسی ووٹ کی طاقت پر دی جارہی ہے۔

☆ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو نفرتوں کی آگ میں جھونکا اسی ووٹ کی بنا پر کیا گیا۔

☆ مذہبی آزادی کو اِسی ووٹ کی طاقت سے ختم کیا جارہا ہے۔

☆ مسلمانوں کی شبیہ کو اسی ووٹ کی طاقت پر بدنام کیا جارہا ہے۔

☆ ہندوراشٹر بنانے کی سازش اسی ووٹ کی طاقت پر کی جارہی ہے۔

☆ سرکاری شعبہ میں ہر اعلیٰ عہدے پر اپنے چیلوں کو اسی ووٹ کی طاقت پر بٹھایا گیا ہے۔

☆ مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم اسی ووٹ کی طاقت پر کیا جارہا ہے۔

☆ صرف ایک فرد کا ووٹ بھی سیاستدانوں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔

☆ ووٹ ہی وہ طاقت ہے جس کے ذریعہ باطل طاقتوں کو شکست دی جاسکتی ہے۔

☆ ووٹ کی بنیاد پر ہی حکمران بھی عوام کے سامنے کبھی نہ کبھی ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

☆ کالے دَھن والوں کی جنم کنڈیاں اسی ووٹ کی وجہ سے بند ہیں۔

☆ سوئس بینک اکاؤنٹ والوں کا بلیک منی اسی ووٹ کی وجہ سے محفوظ ہے۔

☆ نوٹ بندی کے دَوران کتنا کالا دَھن وائٹ کر دیا گیا، وہ اِسی ووٹ کی طاقت سے ہے۔

☆ ۱۵/لاکھ روپے دینے کا وعدہ کر کے سب کو بینک سے جوڑا گیا، اِسی ووٹ کی طاقت سے ہے۔

☆ دو کروڑ ملازمتیں دینے کے وعدہ پر ووٹ حاصل کیا گیا؛ مگر اسی ووٹ کی طاقت سے بے روزگار و بے گھر کیا گیا۔

ووٹر آئی ڈی بنوانا شہریت کے ثبوت کے لیے بھی ضروری ہے

"CAA", "NRC" کے موقع پر شہریت کے ثبوت کے لیے کاغذات کی سخت ضرورت ہوتی ہے، ملک کا سب سے بڑا ہنگامہ شہریت کا ہی ہوا تھا؛ مگر یہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے، اس کی بھی پلاننگ اپنی جگہ چل رہی ہے اور ایک بھارتی کے پاس جتنے ڈاکومنٹس ہیں اُن میں اوّل درجہ میں برتھ (Birth) سرٹیفکٹ ہے؛ مگر اس میں کافی دشواری ہے، جیسے ۱۹۵۰ء تک جن کی پیدائش ہے، ان کی شہریت کے لیے بھی سرکاری کاغذ چل جائے گا، ۱۹۵۰ء سے ۱۹۸۷ء تک جن کی پیدائش ہے اُن کی برتھ سرٹیفکٹ ضروری ہے، ۱۹۷۸ء سے ۲۰۰۴ء تک جن کی پیدائش ہے اُن کی شہریت کے لیے والدین میں کسی ایک کی بھی برتھ سرٹیفکٹ ضروری ہے، ۲۰۰۴ء کے بعد سے جو بھی پیدا ہوئے ہیں اُنہیں اپنی شہریت کے لیے اپنی برتھ سرٹیفکٹ کے علاوہ والدین کا بھی دینا ہوگا، اور یہ سب دستاویزات آپس میں بغیر کسی اسپیلنگ کی غلطی کے ہونا ضروری ہے، ظاہر سی بات ہے یہ کام صرف جاہلوں کو نہیں تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے بھی دشوار ہے، بالخصوص خواتین کے لیے؛ کیوں کہ یہاں شادی کے بعد سرنیم لگا دیا جاتا ہے، جس سے شادی سے پہلے کے تمام کاغذات کو برابر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ یہی مشکل آسام میں ہوئی کہ چالیس ہزار لوگوں کے نام ووٹر لسٹ سے نکال دیے گئے، بہت احتجاج کے بعد بیس ہزار کے شامل کیے گئے؛ مگر باقی کو اسی غلطی کی وجہ سے بڑی قیمت چکانی پڑ رہی ہے۔ برتھ سرٹیفکٹ کے علاوہ جتنے کاغدات ہیں: پین کارڈ، آدھار کارڈ، راشن کارڈ وغیرہ کوئی شہریت کے لیے نہیں ہوتا، خود آدھار کارڈ پر لکھا رہتا ہے کہ ’’یہ شہریت کی دلیل نہیں ہے‘‘۔

پاس پورٹ شہری کو ہی دیا جاتا ہے؛ مگر حکومت اسے شہریت کی دلیل ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، اندھیر نگری چوپٹ راجہ کی حکومت میں ایسا ہی ہوتا ہے، اب باقی رہا صرف ووٹر آئی ڈی، اس کو بناتے وقت جو سوالات ہوتے ہیں اُس میں ایک سوال ہوتا ہے کہ: ’’کیا آپ ہندوستانی ہیں؟‘‘ بنوانے والا اِس پر کلک کرتا ہے، یعنی اپنے ہندوستانی ہونے کا اقرار کرتا ہے، جس کے بعد الیکشن کمیشن جو حکومتی شعبہ ہے اُسے تسلیم کر لیتا ہے، جس کے بعد ووٹ ڈالنے کا حق دیا جاتا ہے؛ اِس لیے ووٹر آئی ڈی بنوانا صرف الیکشن کی خاطر نہیں اپنے

ہندوستانی ہونے کے لیے بھی ضروری ہے؛ اِس لیے جن کا نہیں بنا وہ نیا ووٹر آئی ڈی بنوائیں، جن کا بن چکا وہ چیک کروالیں، جو انتقال ہوگئے یا بیرون ملک چلے گئے اُن کا نام کٹوادیں، یہ سب ضروری اُمور ہیں۔

ملک ہندوراشٹر بننے کے قریب ہے

فرقہ پرست طاقتیں ہندوراشٹر کی منزل کے کس قدر قریب ہیں اِس کا اندازہ اِس تجزیہ سے لگایا جاسکتا ہے جو ملک کے ایک نامور ندوی فاضل مولانا خالد بیگ نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''ملک کے موجودہ دستور اور قانون کے مطابق اِس ملک کو ہندوراشٹر بنانا اِتنا آسان نہیں ہے؛ لیکن ہمارے دستور کے آرٹیکل نمبر 368 کے مطابق اگر اِس دستور کو بدل کر ملک کو ہندوراشٹر بنانا ہو تو اِس کی چار شرطیں ہیں:

(۱) ہندوراشٹر کے قانون کو بل کی صورت میں لوک سبھا میں پیش کرنا ہوگا، اگر لوک سبھا کے کل (543) ارکان میں سے دوتہائی یعنی 362 ایم پی بشمول کو پاس کردیں تو ہندوراشٹر کا بل ''لوک سبھا'' میں پاس ہوجائے گا، اِس وقت لوک سبھا میں بی جے پی کے 334 ایم پی موجود ہیں، اگر اِس وقت ہندوراشٹر کے بل کو لوک سبھا میں پیش کیا جائے تو آسانی سے پاس ہوجائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ لوک سبھا کے بعد ہندوراشٹر کے بل کو راجیہ سبھا میں پیش کرنا ہوگا، راجیہ سبھا کے کل 245 ایم پیز میں سے دوتہائی یعنی 164 ایم پیوں نے اگر اِبل کو پاس کردیا تو ہندوراشٹر کا بل پاس ہوجائے گا؛ لیکن اِس وقت راجیہ سبھا میں بی جے پی کے کل 84 ایم پی ہیں، جس کی وجہ سے راجیہ سبھا میں ہندوراشٹر کا بل پیش نہیں ہوسکتا؛ لیکن خدا نہ کرے ۲۰۲۴ء میں راجیہ سبھا میں بی جے پی کے دوتہائی ایم پی مکمل ہوجائیں گے تو یہ مشکل بھی حل ہوجائے گی۔

(۳) تیسری شرط یہ کہ لوسبھا اور راجیہ سبھا کے بعد ہندوستان کی کل ۲۹/اسمبلیوں میں سے کم از کم ۱۵/اسمبلیوں میں اِس بل کو پاس کرنا پڑے گا، اِس وقت ۱۵/ریاستوں میں بی جے پی حکومت موجود ہے؛ لہٰذا ہندوراشٹر لانے کے لیے اِس شرط کو پورا کرنا بھی بہت آسان ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ کہ آخر میں اِس بل کو صدرِ ہند کے سامنے پیش کیا جائے گا، اگر صدرِ ہند نے بھی اِس بل کو پاس کردیا اور اِس پر دستخط کردیے تو ہندوراشٹر کا بل پاس ہوجائے گا، اِس وقت صدرِ ہند بھی انہیں کا ہے، اگر ۲۰۲۴ء کے انتخابات میں خدانخواستہ یہ ظالم طاقتیں دوبارہ جیت گئیں اور

انہوں نے مرکز میں پھر سے حکومت بنالی تو راجیہ سبھا میں بھی ان کے دوتہائی ایم پی آجائیں گے، پھر اِس ملک کو ہندوراشٹر بنانے سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔

اگر ملک خدانخواستہ ہندوراشٹر بن گیا تو یہاں مسلمانوں کا وہی حشر ہوگا جوحشر برما میں دیکھا گیا ہے، پھر نہ ملک میں الیکشن ہوگا اور نہ ہی کوئی سیاست میں قدم رکھ سکے گا، ایسے میں نہ صرف مسلمانوں کو؛ بلکہ ملک کی ساری سیکولرعوام کو آنے والے انتخابات میں انتہائی دُوراندیشی اور غیر معمولی دانشمندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، مسلمانوں کے لیے حالیہ انتخابات کی نماکت اِس لیے بھی ہے کہ ان کی جان کے ساتھ ایمان بھی خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے، پچھلے چار برسوں میں شریعت ومسلم پرسنل لا کے حوالہ سے کیا کچھ کیا گیا اُس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے، ملّتِ اسلامیہ کو ان انتخابات میں بڑی بیدارمغزی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، تھوڑی سی غفلت اور معمولی کوتاہی بھی بڑے خسارہ کا باعث ہوسکتی ہے''۔ (بصیرت آن لائن، حضرت مولانا احمد ومیض ندوی نقشبندی صاحب دامت برکاتہم)

ووٹ سے دُوری خواہ نیک نیتی سے ہو؛ مگر نادانی ہے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ العالی بیان فرماتے ہیں:

''پہلی غلط فہمی تو سیدھے سادے لوگوں میں اپنی طبیعت وشرافت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اُن کا منشاء اتنا بُرا نہیں؛ لیکن نتائج بہت بُرے ہیں، وہ غلط فہمی یہ ہے کہ آج کی سیاست مکروفریب کا دوسرا نام بن چکی ہے؛ اِس لیے شریف آدمیوں کو نہ سیاست میں حصہ لینا چاہیے اور نہ ہی الیکشن میں کھڑا ہونا چاہیے اور نہ ہی ووٹ ڈالنے کے خرخشے میں پڑنا چاہیے۔

یہ غلط فہمی خواہ کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو؛ لیکن بہرحال غلط اور ملک وملّت کے لیے سخت مضر ہے، ماضی میں ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے؛ لیکن جب تک صاف ستھرے لوگ اِس کو پاک کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے، اِس گندگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، پھر ایک نہ ایک دن یہ نجاست اُن کے گھروں تک پہونچ کر رہے گی؛ لہٰذا عقلمندی اور شرافت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ سیاست کی اس گندگی کو دُور دُور سے بُرا کہا جاتا رہے؛ بلکہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ سیاست کے میدان کو اُن لوگوں کے ہاتھ سے چھیننے کی کوشش کی جائے، جو اِسے مسلسل گندا کررہے ہیں''۔ (فقہی مقالات:۲/۲۸۷)

ہر ایک ووٹ اپنی جگہ بہت قیمتی ہے

جمہوریت میں ووٹ ایک مقدس حیثیت ہی نہیں رکھتا؛ بلکہ ایک زبردست طاقت بھی رکھتا ہے۔

☆ ۱۹۹۴ء میں صرف ۱۷/ووٹوں کی اکثریت سے گجرات میں وڑودرا سے لوک سبھا کے لیے ایک نوجوان نے جیت حاصل کی۔

☆ ۱۹۸۹ء میں بھی صرف ۹/ووٹوں سے کنڈیڈیٹ کو آندھرا پردیش میں ان کاپلی سے لوک سبھا کے لیے منتخب کیا گیا۔ دہلی میں مشہور فلمی اداکار آں جہانی راجیش کھنہ سے مشہور بی جی پے لیڈر لال کرشن اڈوانی نے صرف ۵۲ھ ووٹوں سے جیت حاصل کی تھی۔

☆ ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۴ء میں مہاراشٹر کے الیکشن میں ۹/مسلم امیدوار صرف ایک ہزار یا اِس سے کم کے فاصلے سے ہار گئے اور بی جی پے کے ۱۴/کنڈیڈیٹس نے صرف ساڑھے چار فیصد زیادہ ووٹ ملنے پر جیت حاصل کی۔

☆ اترپردیش کے پچھلے اسمبلی کے الیکشن میں سماج وادی پارٹی کے ۷۰/ایم ایل اے ۵۰۰ یا ۱۰۰۰/ووٹوں کے فرق سے ہار گئے تھے اور ۱۶/ایم ایل اے ۵۰۰۰/سے کم ووٹوں کے فرق سے ہار گئے تھے۔

(نارائن دت ترپاٹھی بی بی سی رپوٹر، پروگرام یوپی کا مہار بھارت، این ڈی ٹی وی)

جو افراد آزادی کے بعد کی تاریخ سے ذرا بھی واقفیت رکھتے ہیں، اُنہیں معلوم ہوگا کہ محض ایک ووٹ کی بنیاد پر آج پورے ملک میں ''اُردو زبان'' کی حالت دِگرگوں ہے، اگر پارلیمنٹ میں ہندی اور اُردو دونوں زبانوں کی ووٹنگ برابر ہونے کے بعد ایک ووٹ اُردو کو ملا ہوتا تو اُردو زبان کی مٹھاس اور چاشنی بڑھ جاتی اور ملک کے تمام دفاتر میں رواج ہونے کے باعث تمام قوم میں اِسی طرح اُردو میں کامیابی وکامرانی کا علم بلند کررہی ہوتیں۔

اور یاد کریں سابق وزیرِ اعظم آں جہانی اٹل بہاری واجپئی کے محض ایک ووٹ کم رہنے کے سبب سب کے پسندیدہ لیڈر اور معتدل مزاج شخصیت ہونے کے باوجود اُن کی حکومت گرگئی تھی۔

۲۰۰۴ء کے کرناٹک اسمبلی انتخابات میں اسمبلی حلقہ Santhemarahalli سے جے ڈی ایس (جنتا دل) کی جانب سے اے آر کرشنا مورتی تھے اور مقابل میں دُھروا نارائنا بی جے پی کی طرف سے تھے، کرشنا مورتی کو 40,751 کو ووٹ ملے، جب کہ صرف ایک ووٹ کی زیادتی سے نارائنا اسمبلی سیٹ جیت گئے، انہیں 40,752 لوگوں نے ووٹ ڈالا تھا۔

چندر پرکاش جوشی (سی پی جوشی) سابق لوک سبھا ممبر اور حالیہ راجستھان اسمبلی کے اسپیکر ہیں، پُرانے سیاست دان ہیں، ۲۰۰۳ء میں انہیں راجستھان کانگریس کا ریاستی صدر بنایا گیا، کڑی محنت کی اور ۲۰۰۸ء کے اسمبلی الیکشن میں بی جے پی سے اقتدار چھینا، جس کے نتیجہ میں کانگریس نے وہاں اپنی حکومت بنائی۔

ناتھ دُوارا Nathdwara راجستھان کا ایک اسمبلی حلقہ ہے، ۲۰۰۸ء میں جوشی نے یہاں سے الیکشن لڑا، مقابل میں بی جے پی کی جانب سے کلیان سنگھ چوہان تھے، جب نتائج آئے تو پتہ چلا جوشی صرف ایک ووٹ سے ہار گئے، چوہان کو 62,216 اور جوشی کو 62,215 ووٹ ملے تھے۔

۱۹۹۸ء میں بی جے پی نے ملک کی ۲۰ /حلیف جماعتوں کے تعاون سے مرکم میں اقتدار بنایا تھا، واجپائی وزیرِ اعظم تھے، اگلے سال ۱۹۹۹ء میں اپوزیشن نے عدمِ اعتماد تحریک چلائی اور یہ دعویٰ کیا کہ پارلیمنٹ میں اب اکثریت بی جے پی اور اُس کی حلیف جماعتوں کی نہیں رہی، ایسے موقع پر اراکینِ پارلیمنٹ کے درمیان ووٹنگ کی جاتی ہے، جب ووٹنگ ہوئی تو ٹامل ناڈو کی ریاستی سیاسی پارٹی AIADMK نے جو پہلے بی جے پی کی حلیف تھی اب اُس کے خلاف ووٹ ڈالا، اُس ایک ووٹ نے نتیجہ میں اکثریت باقی نہیں رہی، صدر جمہوریہ کے آر نارائنا نے لوک سبھا تحلیل کردی اور ملک میں دوبارہ انتخابات کروائے گئے، یہ الگ بات کہ دوبارہ بی جے پی نے ہی حکومت بنائی۔

میونسپل کارپوریشن کے انتخابات میں بھی ایک ووٹ سے ہار جیت کے فیصلوں کی دومثالیں ممبئی اور موہالی کی نظر سے گزری ہیں، حال ہی میں (۲۰۲۳ء میں) ہوئے کرناٹک اسمبلی انتخابات میں چار جگہوں پر ہارنے والا تین سو سے کم ووٹس کے فرق سے ہارا ہے، پندرہ سیٹوں پر فیصلہ ایک ہزار سے تین ہزار ووٹس کے فرق سے اور کل ملاکر اکتالیس مقامات پر ہار جیت کا فرق پانچ ہمار سے کم بھی ووٹس کا رہا ہے۔

(از قلم: مفتی محمد نوید سیف حسامی ایڈووکیٹ، کریم نگر، تلگانہ)

ایک بادشہ کا سبق آموز واقعہ

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اعلان کیا تھا کہ سب لوگ ایک ایک لوٹا دودھ لاکر ٹنکی میں ڈالیں، سب نے یہی خیال کیا کہ میرے ایک آدمی کے پانی ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا، بالآخر جب دوسرے دن دیکھا گیا تو صرف پانی ہی پانی تھا، ہر شخص یہی سوچ کر پانی ڈالنے لگا، اگر ہر شخص یہی سوچے کہ میرے ایک ووٹ سے کیا فرق پڑے گا؟ تو یہی عالم ہوگا کہ ظالم طاقتوں کو مزید موقع ملے گا۔ یہ بات یاد رکھیں اب تک بھی ظالم طاقتوں کو دندانے کا جو

موقع ملا ہے وہ ہمارے ووٹ ڈالنے کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ ووٹ نہ ڈالنے کی وجہ سے ہے، ظالم طاقتیں جہاں ووٹ تقسیم کرنے کی کوشش کرتی ہیں وہیں ووٹ سے غافل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔

اس لیے ووٹنگ کے دن کو پکنک ڈے (Picnic Day) نہ بنائیں، اپنے ملک، اپنی ریاست کی بقا کے لیے ووٹنگ کے دن کو یومِ جمہوریت کی طرح منائیں۔ جمہوری ملک میں ''وٹ'' ڈالنے کا دن عید کا دن ہے، جس طرح ہر قوم اپنے تہواروں میں خوشیاں مناتی ہیں، اسی طرح ملک کے ہر باشندے کو جمہوریت کی اس خوشی میں شامل ہونا چاہیے۔

❑❖❑

وفیات

بچھڑا کچھ اِس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی

حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری کا سانحۂ ارتحال

از: عبدالرزاق بنگلوری

معروف عالمِ دین اور مشہور دینی درس گاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے امینِ عام مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری کا انتقال ہوگیا۔ مولانا موصوف معروف محدث شیخ زکریا کاندھلوی کے نواسہ اور ممتاز عالم تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف، اصلاح وتبلیغ اور ملی اُمور ومعاملات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا موصوف کی پیدائش ۱۹۵۱ء کی تھی، انھوں نے ابتدا سے دَورہ حدیث تک کی تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی اور فراغت کے بعد وہیں ۱۹۷۰ء میں عربی کے استاذ مقرر کیے گئے۔ بعد میں مظاہر علوم کے داخلی تنازع اور تقسیم کے بعد جامعہ مظاہر علوم کا نظم ونسق ان کے سپرد کیا گیا؛ چناں چہ وہ ۱۹۹۳ء سے اس کے امین عام تھے۔ مولانا کا تصنیف وتالیف کا بھی اچھا ذوق تھا؛ چناں چہ انھوں نے درجن بھر سے زائد تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں، جن میں تاریخِ مظاہر، مکتوباتِ شیخ، تذکرۂ دانشورانِ سہارنپور، علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، اکابر کے خطوط، تاریخِ مشائخِ چشت وغیرہ اہم ہیں۔ پچھلے سال ان کی خودنوشت کا پہلا حصہ (۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۰ء تک کے حالات پر مشتمل) بھی دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔

پیدائش اور تعلیم:

سیّد محمد شاہد الحسنی سہارنپوری کی ولادت ۲۶/ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ مطابق ۵/جنوری ۱۹۵۱ء کو شہر سہارنپور میں اپنے نانا محمد زکریا کاندھلوی کے دولت کدے پر ہوئی۔ ان کے والد سیّد محمد الیاس (متوفی: ۱۴۳۸ھ م ۲۰۱۷ء) حافظ قرآن اور دو واسطوں سے سیّد احمد شہید کے فرزند تھے؛ نیز ان کی والدہ شاہدہ خاتون (متوفی: ۱۴۳۰ھ م ۲۰۰۹ء) محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی کی پہلی زوجہ سے پانچویں اور آخری بیٹی تھیں۔

ان کے ناظرہ پارہ عم کا آغاز ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۹۵۶ء کو خانقاہِ قادریہ رائے پور میں شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے پاس ہوا؛ نیز ان کے اور زبیر الحسن کاندھلوی کے حفظ وناظرہ کے ایک مستقل استاذ مقرر تھے، جن کے پاس انھوں نے محض تین سال اور آٹھ ماہ کے عرصے میں بہ عمر دس سال حفظ قرآن کی تکمیل کی

اور ۲۸ رشعبان ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۶ رفروری ۱۹۶۰ء کو محمد یوسف کاندھلوی کے ذریعے حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی۔

انھوں نے ہدایۃ النحو اور کافیہ تک کی عربی وفارسی کی کتابیں مدرسہ سے الگ گھر ہی پر مدرسہ مظاہر علوم کے ایک قدیم استاذ محمد یامین سہارنپوری سے پڑھیں، ہدایۃ النحو، کافیہ اور نور الایضاح تک خارج مدرسہ پڑھنے کے بعد ۱۵ رشوال ۱۹۸۵ھ مطابق ۶ رفروری ۱۹۶۶ء کو مظاہر علوم میں باضابطہ داخلہ لے کر قطبی تصدیقات، اصول الشاشی اور شرح وقایہ وغیرہ سے تعلیم کا آغاز کیا اور شوال ۱۳۸۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۹ء میں دورۂ حدیث میں داخل ہو کر شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۰ء میں درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔

انھوں نے بخاری ومسلم حضرت مولانا شیخ محمد یوسف جونپوری رحمہ اللہ سے، ابوداؤد ونسائی مولانا شیخ محمد عاقل سہارنپوری دامت برکاتہم سے، ترمذی مولانا شیخ مظفر حسین صاحب اجراڑوی رحمہ اللہ سے اور طحاوی شیخ مولانا اسعد اللہ رامپوری ومظفر حسین اجراڑوی سے پڑھی۔

ان کے خصوصی رفقائے درس میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مولانا حبیب اللہ مدنی چمپارنی، مولانا وسیم احمد سنسارپوری، مولانا ثمیر الدین پورنوی، مولانا ثناء اللہ مظاہری (ہزاری باغ، جھارکھنڈ)، مولانا ظہیر انور بستوری اور مولانا عبد القادر احمد آبادی شامل ہیں۔

دورۂ حدیث سے تکمیل کے بعد انھوں نے شوال ۱۹۳۰ھ تا شعبان ۱۳۹۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۰ء تا اکتوبر ۱۹۷۱ء مظاہر علوم ہی میں رہ کر شعبۂ تکمیل علوم وفنون میں داخلہ لے کر بیضاوی شریف، تفسیر مدارک، درمختار، ملاحسن، دیوانِ متنبی جیسی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے اپنے نانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ہی کے ہاتھوں پر بیعت کرکے ان ہی کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوگئے۔

تدریسی وعلمی خدمات:

شوال ۱۳۹۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۰ء میں انھوں نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مختلف زمانوں میں مرقات، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن، تہذیب، شرح تہذیب، نور الایضاح اور ترجمۂ قرآن کے اسباق ان سے متعلق رہے۔

بعد میں چل کر ۲۶ رشوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۱ رجون ۱۹۸۸ء کو انھیں جامعہ مظاہر علوم (جدید) سہارنپور کی مجلسِ شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا، پھر ۶ رشوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ رمارچ ۱۹۹۳ء سے تا وفات یعنی ۲۰ رربیع الاوّل

۱۴۴۵ھ مطابق ۶؍ اکتوبر ۲۰۲۳ء ساڑھے تیس سال انھوں نے جامعہ ماہر علوم (جدید) کے امینِ عام کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ وہ ماہنامہ یادگار شیخ سہارنپور کے بانی و مدیر، مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور کے ناظم اور شیخ محمد زکریا صدیقی مہاجر مدنی ٹرسٹ سہارنپور کے بانی تھے۔

تالیفات وتصنیفات:

مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی اوّلین تالیف ''تاریخِ مظاہر علوم'' کا ناتمام اور غیر مکمل مسودہ انھیں یہ کہہ کر عنایت کیا تھا کہ اس کی تکمیل کرو۔

ایک دفعہ شیخ نے فرمایا:

''میں نے ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ''تاریخِ مظاہر'' اور ''مشائخ چشت'' لکھنی شروع کی تھی؛ لیکن پھر بعد میں ''اوجز المسالک'' اور ''لامع الدراری'' وغیرہ کی وجہ سے یہ دونوں کتابیں ناقص رہ گئیں؛ اب تو ان کی تکمیل کردے''۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسن ندوی رحمہ اللہ نے آج سے چالیس سال قبل یعنی ۱۹۸۲ء میں موصوف سے متعلق یہ جملے رقم فرمائے تھے:

''......محمد شاہد......مظاہری ممتاز ہیں، وہ جید عالم، رواں قلم مصنف اور علمی وتحقیقی ذوق رکھنے والے نوجوان فاضل ہیں۔ ''مکتوباتِ علمیہ'' اور ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات'' اور ''تاریخِ مظاہر العلوم'' (جلد دوم) وغیرہ ان کے تصنیفی ذوق اور قلم کی روانی کے شاہد ہیں۔ حضرت شیخ (محمد زکریا کاندھلویؒ) کی ان پر خاص شفقت تھی اور انھیں کی توجہ اور محنت سے شیخ کے کئی قلمی مسوّدات اور خطوط کے مجموعے منظرِ عام پر آئے''۔

آل انڈیا تنظیم علمائے حق، دہلی کے قومی صدر محمد اعجاز عرفی سنہ ۲۰۲۲ء میں یوں رقم طراز ہوئے تھے:

''جس طرح......قاری محمد طیبؒ نے ایک زمانے میں دار العلوم دیوبند کو عرب وعجم میں متعارف کرانے اور اس کو عالم گیر ادارہ بنانے کی مہم چھیڑی تھی، ٹھیک اِسی طرح مولانا سیّد شاہد نے بھی مظاہر علوم کی خدمات اور اس کے تعلیمی وتبلیغی ابعاد کو پوری دنیا میں متعارف کرانے کی مہم چھیڑ رکھی ہے، وہ جہاں جاتے ہیں، بس ایک ہی غم اور ایک ہی درد کا اظہار کرتے ہیں، اُن کا اوڑھنا بچھونا مظاہر علوم ہے''۔

تصانیف:

حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری رحمہ اللہ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں بھی شامل ہیں:

- تقریر بخاری شریف (۶ر جلدوں میں حضرت مولانا شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے افادات بخاری کا مجموعہ)۔
- تاریخِ مظاہر (شیخ کی تصنیف کردہ جلد اوّل کی ترتیب وتکمیل کیساتھ جلدوم کی شکل میں تکملہ)۔
- تاریخِ مشائخِ چشت (شیخ کی کتاب کی تکمیل وترتیب)۔
- مکتوباتِ علمیہ (شیخ کے علمی وتحقیقی خطوط کی جمع وترتیب)۔
- مکتوباتِ شیخ (تین جلدوں میں شیخ کے گراں قدر مکتوبات کا مجموعہ، جو مکتوباتِ تصوف کے نام سے بھی معروف ہے۔)
- کتب فضائل پر اشکالات اور اُن کے جواباب (مصنفِ فضائل اعمال ہی کے رقم کردہ جوابات کی ترتیب وتدوین)۔
- اکابر کے خطوط (مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، مولانا عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حسن احمد مدنی، مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے منتخب اکیاسی (۸۱) خطوط کا مجموعہ)۔
- جامعہ مظاہر علوم اہلِ کمال کی نظر میں (اردو، انگریزی)۔
- آئینہ مظاہر علوم (علمائے مظاہر علوم اوران کی علمی وتصنیفی حدمات، ۴ر جلدیں)۔
- مقدمہ فتاویٰ خلیلیہ۔
- معارف شیخ (شیخ کے علمی افادات ومعارف کا مجموعہ)۔
- کچھ قیامتیں، کچھ وضاحتیں (مظاہر میں ہنگامے کے زمانے میں لکھی گئی وضاحتی کتاب)۔
- مجلسِ شوریٰ سرپرستانِ مظاہر علوم سہارنپور، واقعات اور نظائر کی روشنی میں۔
- فہرست تالیفاتِ شیخ (۳ر جلدیں)۔
- تذکرہ دانشورانِ سہارنپور۔
- سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی (۳ر جلدیں) اردو، عربی۔
- دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک (اردو، عربی، انگریزی، فارسی، ہندی، بنگلہ، گجراتی، تامل)

- حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات۔
- حیات مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ۔
- حیاتِ شیخ (۴/جلدیں)۔
- حضرت شیخ کی تین (مرحومہ) صاحبزادیاں (اردو، انگریزی، گجراتی)۔
- رشحاتِ قلم (صغیر احمد لاہوری کے ساتھ مشترکہ طور پر اُن کتابوں کا تذکرہ؛ جو شیخ نے لکھیں یا ان کے ایما سے لکھی گئیں)
- تخصص حدیث شریف (مظاہر علوم جدید میں شعبۂ تخصص فی الحدیث کے قیام کے لیے پیش کی گئی ان کی تجویز)۔
- احوال وآثار مولانا زبیر الحسن (اپنے رفیق وعزیز محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی مختصر سوانح)۔
- تحریکِ آزادی ہند اور جامعہ مظاہر علوم (۴/جلدوں میں)۔
- حیاتِ مستعار (۳/جلدوں میں خود نوشت)
- خلافتِ عثمانیہ کی بقاء میں علماءِ مظاہر علوم کا کردار)۔

ذاتی زندگی:

۲۵/شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵/جنوری ۱۹۶۹ء کو، محمد زکریا کاندھلوی سے مشورے کے بعد موصوف کے جلالین کے سال ہی ان کا عقد مسنون مہر فاطمی پر ان کے رفیق درس محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی ہمشیرہ صادقہ خاتون سے کر دیا اور موصوف کی ہمشیرہ طاہرہ خاتون کا عقدِ مسنونہ محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے ساتھ اُسی مجلس میں کر دیا اور دَورۂ حدیث سے تکمیل کے بعد ۲۵/شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۰ء میں ان دونوں کی ازواج کی رخصتی ہوگئی۔

ان سے ان کے ۲/بیٹے اور ۳/بیٹیاں ہیں:

سیّد محمد صالح الحسنی مظاہری (پیدائش: ۱۹۷۶ء) عالم ومفتی اور جامعہ مظاہر علوم جدید کے استاذ ونائب ناظم ہیں۔

سیّد محمد یاسر الحسنی مظاہری (پیدائش: ۱۹۸۴ء) عالمِ دین، جامعہ ملّیہ اسلامیہ سے بی اے کے سند یافتہ اور والد کے قائم کردہ مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم، سہارنپور کے ناظم ہیں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ (پیدائش: ۱۹۷۲ء) دینی ومذہبی تعلیم یافتہ اور محمد عثمان بن محمد سلمان مظاہری سے منسوب ہیں۔

سیّدہ سودہ (پیدائش: ۱۹۷۷ء) دینی تعلیم یافتہ اور زبیر الحسن بن زبیر الحسن کاندھلوی سے منسوب ہیں۔

سیّدہ سمیہ (پیدائش: ۱۹۷۹ء) دینی تعلیم یافتہ اور سیّد محمد طارق بن سیّد محمد خالد سہارنپوری سے منسوب ہیں۔

وفات:

حضرت مولانا کا انتقال ۲۰/ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ مطابق ۶/اکتوبر ۲۰۲۳ء بہ روز جمعہ قبل مغرب سہارنپور میں ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے،آمین۔

مآخذ و مراجع

- علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور اُن کی علمی و تصنیفی خدمات (جلد/۱، ایڈیشن دوسرا) محلّہ مبارک شاہ، سہارنپور: مکتبہ یادگار شیخ، صفحہ ۳۸۵۔
- تبریز شمس (۲۸/اکتوبر ۲۰۱۹ء) ’’مولانا شاہد سہارنپوری نے جامعہ مظاہر علوم کی خدمات کا ایک نیا باب دنیا کے سامنے پیش کیا، نامور علماء کے ہاتھوں ’’تحریکِ آزادی ہند اور جامعہ مظاہر علوم‘‘ کتاب کا اجراء‘‘، ملّت ٹائز، اخذ شدہ بتاریخ ۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء۔
- چودھری سمیر (۱۶/نومبر ۲۰۲۲ء) مولانا شاہد الحسنی کی خود نوشت سوانح حیاتِ مستعار کا نامور علماء ودانشوران کے ہاتھوں افتتاح‘‘ www.baseeratonline.com. بصیرت آن لائن، اخذ شدہ بتاریخ ۷/اکتوبر ۲۳ء۲۔
- قاسمی، توقیر احمد (۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء) ’’مولانا سیّد محمد شاہد صاحب الحسنی سہارنپوری سے وابستہ یادیں‘‘. ملت ٹائز، اخذ شدہ بتاریخ ۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء)

❑❖❑